(قسط نمبر ۲)
سولومن
تحریر اسلم رضا

اگلے ہی لمحے گوپی کشن یا جاوید کی روح میرے سامنے تھی۔ اور پھر ہوا میں ارتعاش ہوا اور اس کی آواز مجھ تک پہنچی۔

"چھوٹی سرکار!۔۔۔ میرے مدد کریں۔ میں بہت دکھی اور اپنا راستہ بھولا ہوا ہوں۔" اس کی آواز میں بلا کر درد تھا۔

"گوپی کشن میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں" میں نے قدرے تند و تیز لہجے میں جواب دیا۔

"چھوٹی سرکار!۔۔۔ میں گوپی کشن نہیں ہوں۔ میرا نام جاوید ہے۔ اس بد بخت نے میرے جسم پر قبضہ کر لیا تھا۔ کچھ عرصہ وہ میرے جسم پر قابض رہا اور جب وہ چھوڑ کر گیا تو میرے رشتے داروں نے مجھے مردہ قرار دے کر میرے جسم کو دفن کر دیا۔ جب تک میں اپنے جسم تک پہنچتا میرا جسم منوں مٹی تلے جا چکا تھا۔" اس نے افسردہ لہجے میں کہا۔

"اوہو!۔۔۔ تو تم جاوید ہو۔" میں نے پر خیال انداز میں دہرایا۔

''جی چھوٹی سرکار!۔۔۔آپ جب اسے نکالنے آئے تھے تو میں یہیں تھا مگر آپ کو ناکام ہوتا دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوا۔اب آپکی روح کو دیکھا تو سوچا کہ شاید آپ میری مشکل حل کر دیں۔'' جاوید کی روح نے کہا۔پھر اچانک اس نے کسی خیال سے چونکتے ہوئے پوچھا۔

''چھوٹی سرکار!۔۔آپ کی وفات کیسے ہوئی؟'' وہ شاید یہ سمجھا تھا کہ میں مر چکا ہوں۔

''تم میرے بات چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ مجھ سے تم کس قسم کی مدد چاہتے ہو؟'' میں نے بات ٹالتے ہوئے پوچھا۔

''میں پتہ نہیں کب سے یہاں بھٹک رہا ہوں۔مجھے سکون کی تلاش ہے۔مہربانی فرما کر مجھے میرے اصل ٹھکانے پر پہنچا دیں جہاں میں نے شاید مرنے کے بعد پہنچنا تھا۔'' جاوید کی روح نے کہا۔

''مگر میں تمہیں کہاں پر پہنچا دوں؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

مجھے تو خود نہیں معلوم تھا کہ اس کا اصل ٹھکانا کہاں پر ہے۔

''چھوٹی سرکار!۔۔۔۔آپ کسی طرح پتہ لگائیے۔میں اسی طرح کب تک بھٹکتا رہوں گا۔'' جاوید کی روح نے التجا کی۔

''اچھا میں کچھ کرتا ہوں تمہارے لیے۔تم مجھے یہ بتاؤ کہ گوپی کشن کی روح تمہارے جسم میں کیسے قابض ہوئی تھی؟'' میں نے موضوع کی تبدیلی کے لیے پوچھا۔

''میرا اپنا ہی قصور ہے جی۔'' اس نے کہنا شروع کیا۔''مجھے ہی شوق تھا کالا علم اور جادو ٹونے سیکھنے کا۔میں کوئٹہ گیا تھا ایک عامل کے پاس۔اس نے کہا کہ مجھے ایک خاص عمل سے اپنی روح کو اس کے حوالے کرنا ہوگا۔اس کے بعد میں بہت ساری طاقتوں کا مالک بن جاؤں گا۔میں نے اس کی ہدایات پر عمل کیا اور اس نے میرے جسم سے مجھے نکال کر خود قبضہ کر لیا۔بس اس وقت سے میں یوں ہی آوارہ

پھر رہا ہوں۔ نہ کوئی گھر ہے نہ ہی ٹھکانا۔ مجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالی نے میرے لیے کوئی نہ کوئی سزا تیار رکھی ہوگی اور میں اس کے لیے تیار بھی ہوں مگر میں وہاں تک کیسے پہنچوں؟''

''اچھا کیا تم مجھے یہ بتا سکتے ہو کہ وہ گوپی کشن کہاں گیا؟'' میں نے جلدی سے پوچھا۔

''پتہ نہیں۔ میں تو اس سے دور ہی رہتا تھا۔ وہ بہت ہی خطرناک علوم جانتا تھا۔ پتہ نہیں کب میرے خلاف کچھ کر دے۔'' اس نے ڈرتے ہوئے کہا۔

''دیکھو جاوید!۔۔۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں مرا نہیں ہوں۔ بلکہ ایک چلہ کر رہا ہوں۔ اس لیے مجھے خود نہیں معلوم کہ تمہاری اصل منزل کیا ہے۔ لگتا ہے کہ تم غیر معمولی طور پر اپنے وقت سے پہلے مر چکے ہو اس لئے شاید تمہیں اپنے وقت تک انتظار کرنا پڑے۔ تاہم میں پوری

کوشش کروں گا کہ جتنا بھی ہو تمہاری مدد کر سکوں۔ ابھی میں چلتا ہوں، کچھ دن بعد پھر ادھر ہی آؤں گا۔ تم یہی رہنا۔ میں اپنی پوری کوشش کروں گا۔" میں نے صدق دل سے کہا۔

"ٹھیک ہے چھوٹی سرکار!۔۔۔ میں یہی انتظار کروں گا۔" جاوید کی روح نے کہا۔ اور میں اسے چھوڑ کر پھر ہواؤں میں گھومنے لگا۔ میں نے دادا جی سے اس بارے میں مدد لینے کا سوچ لیا تھا۔ پھر مقررہ وقت پر جب میں نے اپنی مشق مکمل کی تو حسب معمول دادا جی زم غذا لیے میرا انتظر تھے۔ کھانا کھاتے ہوئے میں نے انہیں جاوید کے متعلق بتایا۔

"بیٹا!۔۔۔ پہلی بات تو یہ کہ تم نے وہاں جا کر بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا۔ آئندہ ایسی کوئی حرکت مت کرنا۔ تمہیں شاید اندازہ نہیں ہے کہ گوپی کشن کتنا طاقتور اور خطرناک ہے۔" دادا جی نے فکرمندانہ

انداز میں کہا اور پھر جاوید کے متعلق بات کرتے ہوئے کہنے لگے۔

"جاوید نے جادو ٹونے کے چکر میں اپنا یہ حال کیا ہے اور اس کا وہ خود ذمہ دار ہے۔ جہاں تک میری معلومات ہیں اسے اب اپنی اصل موت کے وقت تک ایسے ہی انتظار کرنا ہے۔ تمہاری اور اس کی حالت ایک جیسی ہی ہے مگر فرق صرف اتنا ہے کہ تمہارا جسم یہاں پر زندہ حالت میں تمہارا انتظار کر رہا ہوتا ہے جبکہ اس کا جسم اپنا وجود کھو چکا ہے۔ بس اسے کہوں کہ اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ اس کی توبہ کے دروازے ابھی تک بند نہیں ہوئے ہیں۔ بے شک جادو سیکھنے کے عمل میں وہ اپنے ایمان سے گیا ہے مگر ابھی بھی اگر وہ صدق دل سے توبہ جاری رکھے تو ہو سکتا ہے کہ خدا اس کی غلطی اس کے اصل وقت موت تک معاف ہی کر دے۔"

"دادا جی! ۔۔۔ ہم اس کی کچھ مدد کر سکتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"کچھ خاص نہیں۔" انہوں نے جواب دیا۔ "زندہ انسانوں کی روحوں کا عالمِ ارواح تک جانا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔ سب سے خطرناک بات یہ ہے کہ جاوید نے اپنی روح خود گوپی کشن کے حوالے کی ہے اس کا مطلب ہے کہ اب گوپی کشن اس کا مالک ہے۔ جس طرح جنات انسانوں کے غلام ہو جاتے ہیں اسی طرح کچھ طاقتور روحیں بھی دوسرے زندہ انسانوں کی روحوں کو اپنا غلام بنا لیتی ہیں اور اس طرح اس سے اپنے جائز اور ناجائز کام کرواتی ہیں۔"

"دادا جی!۔۔ پھر تو جاوید کو اس خبیث گوپی کشن کے چنگل سے چھڑانا اور بھی زیادہ ضروری ہو گیا ہے۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"واہ بیٹا!۔۔۔واہ!۔۔۔خود تمہاری اپنی جان داؤ پر لگی ہوئی ہے اور ہم خود گوپی کشن سے چھپے بیٹھے ہیں مگر تم جاوید کی روح کو گوپی کشن کے چنگل سے چھڑانے کی بات کر رہے ہو۔" دادا جی نے کچھ حیرت

اور کچھ طنز سے کہا۔

"دادا جی!۔۔۔میرا ایمان ہے کہ اگر آپ کسی کی مدد کرنے کی صدق دل سے نیت کر لیں تو خود اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرتا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں مگر پھر بھی میری کوشش ہو گی کہ میں کسی نہ کسی طرح جاوید کو اس مصیبت سے چھٹکارا دلاؤں۔" میں نے بڑے خلوص سے کہا۔

"دادا جی!۔۔۔کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ ارواح کے کون کونسے عمل ہوتے ہیں جیسے آپ عظیم شوالہ کی روح کو یہاں بلا لیتے ہیں اور اسی طرح کیا ہم کسی روح کو اپنا غلام کیسے بنا سکتے ہیں؟" میں نے پوچھا

"بیٹا!۔۔۔کسی روح کو بلانے کے لیے ایک خاص قسم کا چلہ کرنا پڑتا ہے۔ اگر وہ روح خود آپ کے پاس آنے کے لئے تیار ہو تو پھر تو چند منٹوں میں بات بن جاتی ہے مگر بصورت دیگر آپ کو کئی کئی گھنٹے اور

کبھی کبھار کئی کئی دن لگ جاتے ہیں۔" دادا جی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"دادا جی آپ مجھے وہ چلہ بتائیں میں عظیم شوالہ سے ملنا چاہتا ہوں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"بیٹا!۔۔میں چلہ تو بتا دیتا ہوں مگر تم پہلے ہی ایک چلے کے عمل کے درمیان میں ہو۔ اگر تم نے چالیس دن ہونے سے پہلے اس چلہ کو درمیان میں چھوڑا یا پھر کسی اور عمل کا چلہ کیا تو پھر یہ خود تمہارے لیے اچھا نہیں ہوگا۔ مختلف قسم کے روحانی خواص آپس میں الجھ کر تمہاری ذہنی کیفیت کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔" دادا جی نے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ان کی بات سن کر میں نے سر جھکا لیا۔ یقیناً مجھ آہستہ آہستہ یہ عمل سیکھنے تھے۔ جلدی میرے اپنے لیے نقصان دہ ہو سکتی تھی۔

وقت اسی طرح سے گزرتا گیا۔ میں نے اگلی مشق میں جاوید کو جا کر یہ

ساری باتیں بتا دیں۔ وہ بے چارا ابھی انتظار کرنے پر مجبور تھا۔ تاہم میرے روح کے سفر کو اب ایک منزل مل گئی تھی۔ میں اب ساری دنیا میں روحوں سے متعلقہ ماہروں کو تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ جب کوئی ایسا عامل مل جاتا تو میں اس کی نگرانی میں لگ جاتا اور خاموشی سے یہ دیکھنے کی کوشش کرتا کہ وہ ارواح کو جسم میں سے کیسے نکالتا ہے۔ مگر کوئی قابل ذکر عامل نہ مل سکا۔

تقریبا دو ماہ کے مسلسل ہفتہ بھر کے چلے کرنے کے بعد دادا جی نے اس کی معیاد دو ہفتے تک کر دی۔ شروع شروع میں مجھے وہی جسمانی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا مگر پھر جسم عادی ہو گیا۔ اور میں پھر اپنے مشن پر نکل پڑا۔ کچھ عاملوں کے بارے میں، مجھے پتہ چلا مگر وہ سب بہت محدود عملیات والے تھے اور جو کچھ خاص تھے وہ صرف جنات کے چلے مکمل کرنے والے تھے اور جنات کو نکالنے اور ان کو قابو کرنے

کے ماہر تھے۔ بہر حال میں نے اپنی تلاش جاری رکھی۔ اس دوران میں احساس ہوا کہ میری روح کی رفتار بہت زیادہ تیز تھی۔ یقیناً اپنے چلے میں مدت کا اضافہ میری روح کے لئے زیادہ سے زیادہ طاقت کا باعث بن رہا تھا۔

تقریباً چھ ماہ کے عرصے میں، میں چالیس دن کے چلے تک پہنچ گیا اس دوران میں نے کچھ خاص چیزیں نوٹ کیں۔ پہلی بات تو یہ کہ اب جیسے ہی میں آنکھیں بند کرتا تھا تو وہ کیفیت طاری ہو جاتی تھی یعنی مجھے کچھ خاص ارتکاز توجہ کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ دوسری بات جو میں نے محسوس کی وہ یہ تھی کہ میرے روح کی آنکھیں بہت تیز ہو گئی تھی۔ میں آسمان پر بہت اونچے مقام پر جا کر تقریباً آدھی دنیا کو دیکھ لیتا تھا اور بہت ہی تیزی سے کسی بھی علاقے میں چلتے ہوئے انسانوں تک کو دیکھ لیتا تھا۔ اسی طرح روح کی رفتار میں بھی بہت

اضافہ ہو گیا تھا۔ اب میں جب چاہتا چند لمحوں میں ساری دنیا کا چکر
لگا آتا تھا۔ جب میں نے پہلی بار چالیس دن کا چلہ ختم کر کے دوسری
دفعہ چلہ شروع کیا تو ایک واضح فرق میں نے محسوس کیا وہ یہ تھا کہ اب
میں انسانوں اور روحوں کے علاوہ جنات کو بھی اپنے روح کی آنکھوں
سے دیکھ سکتا تھا۔ نہ صرف جنات کو دیکھ سکتا تھا بلکہ ان کے مکانات
اور ان کی آبادیاں بھی اب میری آنکھوں سے اوجھل نہیں تھیں۔
دنیا کے گرد چکر لگاتے ہوئے مجھے صاف طور پر نظر آ جاتا تھا کہ یہ
انسانوں کی بستی ہے اور یہ جنات کی۔ پھر جب تیسری بار میں چلہ
شروع کیا تو میرے حواس کچھ اور طاقتور ہو گئے۔ اب میں فرشتوں
کو بھی دیکھ سکتا تھا۔ جب میں آسمانوں میں چلا جاتا تو مجھے لاتعداد
فرشتے آسمان اور زمینوں میں آتے جاتے نظر آتے تھے۔ وہ بہت
تیزی سے اپنے کاموں میں لگے ہوئے ہوتے تھے۔ میں نے ان کو

فرشتہ ہونا ان کی کمر پر لگے پروں سے پہچانا۔ دادا جی نے مجھے یہ پہچان بتادی تھی کہ جب بھی کسی غیر مرئی مخلوق کو دیکھو جو صرف اور صرف اپنے کام میں مصروف ہو اور ان کی کمر پر دو پر ہوں تو سمجھ لو کہ وہ فرشتے ہیں۔ فرشتے اللہ تعالی کی وہ مخلوق ہے جو کسی خاص کام کے لئے پیدا کی جاتی ہے۔ اللہ تعالی ان کو جس کام کا علم دیتے ہیں بس اس کے علاوہ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ نہ تو ان کو اپنے اردگرد کی کوئی فکر ہوتی ہے اور نہ ہی علم۔ جیسے وہ مجھے اپنے درمیان محسوس نہیں کر سکتے تھے۔ مگر میں ان کو ان کے کاموں میں مشغول اچھی طرح سے دیکھ سکتا تھا۔ ان کی رفتار بہت تیز ہوتی تھی ایک دو بار میں نے ان کے ساتھ تیز بھاگنے کی کوشش بھی کی مگر وہ مجھ سے تیز ہی نکلے۔

چوتھی اور آخری بار جب میں چالیس دن کا چلہ کرنے لگا تو دادا جی نے مجھ سے مخاطب ہو کر کچھ ہدایات کیں۔

”بیٹا!۔۔آج کا عمل اس لحاظ سے بہت اہم اور مشکل ہے کہ اس عمل میں تمہارے تمام روحانی خواص اپنی اصل قوت پر پہنچ جائیں گے اور اس قوت کے ساتھ وہ تمہارے جسم پر اثر انداز ہوں گے۔ اللہ تعالی نے انسانی دماغ کا ایک حصہ ایسا بھی بنایا ہے جو ان روحانی خواص کا کنٹرول سینٹر ہوتا ہے۔ وہ حصہ اس سے پہلے کبھی حرکت میں نہیں آتا ہے۔ مگر تمہارے اس آخری عمل میں وہ حصہ متحرک ہو کر تمہاری روح کا کنٹرول سنبھالے گا۔ میں تم سے یہی کہوں گا کہ اپنی انتہائے صبر سے کام لینا اور اس چلے کو ہر صورت میں مکمل کرنا چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو جائے۔“ دادا جی کا لہجہ بہت ہی سنجیدہ تھا۔ بہر حال میں نے ان کی تمام ہدایات اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیں اور پھر چلہ کرنے کے لیے اپنی مخصوص نشست پر بیٹھ گیا۔

شروع کے چند دن تو معمول کے مطابق ہی تھے مگر پھر میرے دماغ

میں ہل چل شروع ہو گئی۔ اب حالت یہ تھی کہ میں روح کی حیثیت میں پرواز بھی کر رہا ہوتا تھا اور اپنی جسمانی جگہ پر بھی موجود تھا۔ میرے سر میں مسلسل ہلکا ہلکا درد رہنے لگا جس سے میرے جسمانی خواص مکمل طور پر سوتے نہیں تھے اور میرے جسمانی اور روحانی احساسات ایک ساتھ ہی وقوع پذیر ہو رہے تھے۔ یہ دوہری کیفیت میرے سر درد کا باعث تھی۔ دس دن تک تو ایسی ہی کیفیت رہی مگر پھر درد بہت تیز ہو گئی۔ مجھے اپنا سر پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اور ایک ایک لمحہ گزارنا مشکل ہو رہا تھا۔ میں اب اپنی روحانی پرواز سے بھی لطف اندوز نہیں ہو پا رہا تھا۔ پھر اس تکلیف نے میری بھوک بھی جگا دی۔ صرف دو ہی دن میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں بے خودی میں چیخنے لگتا تھا۔ ایسی حالت میں اپنے خیالات کو ارتکاز دینا اور پھر روحانی پرواز کرنا تقریباً ناممکن تھا مگر میں ڈٹا ہوا تھا۔ اللہ اللہ کر کے پندرہ دن

گزر گئے۔ سر کے درد میں کچھ افاقہ ہوا تھا مگر اب ایک اور مصیبت نے سر اٹھا لیا۔ مجھے اپنے گرد ہر چیز بہت چھوٹے چھوٹے ذرات پر مشتمل معلوم ہو رہی تھی جو نہ صرف زندہ تھے بلکہ مسلسل حرکت بھی کر رہے تھے۔ میری جسمانی آنکھیں تو بند تھیں مگر میری روحانی آنکھیں دیکھ رہی تھیں کہ جس پتھر پر میں بیٹھا تھا وہ بھی اسی طرح کی بہت ہی چھوٹے چھوٹے مگر مسلسل حرکت کرنے والے ذرات کا ایک مجموعہ تھا۔ اس چیز نے مجھے بہت بے چین کر دیا پھر آہستہ آہستہ میں اس کا عادی ہوا تو میری روح نے کچھ پرواز کی اور اب میں دیکھ رہا تھا کہ آسمان سے لے کر زمین تک لاتعداد مخلوقات ہواؤں میں بکھری ہوئی تھیں۔ عجیب و غریب قسم کی مخلوقات۔ بہت سی تو ایسی بھی تھیں جن کو دیکھ کر خوف محسوس ہوتا تھا۔ کچھ دن میں نے اسی طرح رنگ برنگ کی مخلوقات کا مشاہدہ کرنے میں گزارا اور پھر شاید وہ بیسواں دن تھا

جب اچانک ان تمام مخلوقات نے مجھے گھورنا شروع کردیا اور پھر آہستہ آہستہ میرے پر حملہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ بہت ہی تکلیف دہ پچوئشن تھی۔ میں بس اپنے گار تک ہی محدود ہو گیا اور پھر میں نے دادا جی کی روح کو دیکھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ دادا جی کی روح مجھے اپنی روحانی پرواز میں نظر آ رہی تھی۔ مگر ان کی روح کے بابت وہ تمام مخلوقات اب مجھ پر حملہ نہیں کر رہی تھیں۔ مگر جیسے جیسے وقت گزرتا گیا ان مخلوقات کی حملے کی خواہش شدید سے شدید ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کے کچھ دنوں بعد ہی مجھے ایسا لگنے لگا کہ جیسے ہماری کائنات کی مخلوقات میرے اوپر دھاوا بولنے لگی ہیں۔ اور پھر انہوں نے یہی کیا۔ دادا جی مجھے بہت بچا رہے تھے مگر وہ ہر طرف سے مجھ پر حملہ آور تھیں اور کوئی نہ کوئی مجھ تک پہنچ ہی جاتی تھی اور پھر میری روح کو زخمی کر رہی تھی۔ جی ہاں وہ نہ دیکھے زخم تھے مگر تھے ضرور۔ میں بہت ہی

خوفزدہ تھا۔ اتنے میں دادا جی کی روح نے میری طرف دیکھا اور مجھے ان کے خیالات سنائی دیے۔

"بیٹا!۔۔ ہمت مت ہارو۔ ان سے مقابلہ کرو۔ تمہارے پاس بھی ارتکاز کی قوت ہے۔" ان کی بات سن کر مجھے جیسے ہوش آ گیا۔ پھر میں نے اپنے ارتکاز کی قوت کو آزمایا۔ ایک بہت ہی خوفناک مخلوق جو ہر بار دادا جی کی روح کو چکمہ دے کر میری طرف آ ہی جاتی تھی اس بار جب میری طرف آئی تو میں نے اس پر اپنی توجہ گاڑھ دی اور پھر اپنی ارتکاز کی قوت سے اسے دور دھکیل دیا۔ یہ دیکھ کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی کہ وہ مخلوق بہت تیزی سے مجھ سے دور جانے لگی۔ اس مخلوق کو چہرے پر بے بسی کی آثار جیسے ثبت ہوئے ہوئے تھے۔ پھر کافی فاصلے پر پہنچا کر میں نے توجہ ایک اور پاس آتی مخلوق پر دی اور اس کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ اب میرے ہاتھ اچھا مشغلہ آ گیا تھا۔ دادا جی بہت

ساری مخلوقات کو میرے پاس آنے ہی نہیں دیتے تھے جو آ جاتی تھیں انہیں میں دور دھکیل دیتا تھا۔ شاید کچھ دنوں تک یونہی چلتا رہا۔ اور شاید وہ تیسواں دن تھا کہ میں خود کو بہت ہی زیادہ تھکا ہوا پا رہا تھا۔ ان مخلوقات کو مسلسل دھکیلتے رہنے سے اعصاب جیسے شل ہوئے جا رہے تھے۔ اچانک میں نے جھنجلا کر ایک مخلوق کو اپنے پاس آتے دیکھ کر اسے وہی معلق کر دیا اور پھر نہ جانے کیوں، غصے سے بھرے ہوئے میں نے آگ اگلتی آنکھوں سے اسے گھورا اور دل میں یہ خیال پیدا کیا کہ اس کو آگ لگ جائے اور دوسرے ہی لمحے وہ مخلوق آگ میں جل رہی تھی اور بری طرح سے اچھل کود کر رہی تھی مگر میری ارتکازی قوت اسے جکڑے ہوئے تھی۔ کچھ ہی دیر میں وہ جل کر راکھ بن گئی اور اس کے ساتھ ہی باقی تمام مخلوقات نے حملے ایک دم سے بند کر دیے اور خوفزدہ سے انداز میں مجھے دیکھنے لگیں۔ دادا جی کی روح نے

بھی حیرت بھرے انداز میں مجھے دیکھا۔ اور پھر وہ کہیں گائب ہو گئے۔ اب کسی مخلوق کی ہمت نہ تھی کہ میرے قریب بھی پھٹکتی۔ اس مصیبت سے تو جان چھوٹی تھی مگر جسمانی طور پر میری نقاہت بہت زیادہ بڑھ چکی تھی۔ مجھے یہ دن گزارنے قیامت لگ رہے تھے۔ چلہ ختم ہونے میں ابھی کچھ دن باقی تھے کہ جب میرا حوصلہ تقریباً ٹوٹ گیا اور میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا کہ اس چلہ کو ترک کر کے کچھ دیر آرام کرلوں۔ صرف اتنے خیال سے ہی میرے جسم کو تیز اور زور دار جھٹکے لگنے لگے۔ ان جھٹکوں سے ایک دم میری آنکھیں کھل گیں اور مشق کا سماع ٹوٹ گیا۔ اسی وقت میرے منہ سے خون کی ایک قے نکلی اور میری ساری قمیض بھیگ گئی۔ بھیگی ہوئی قمیض مجھ پر الگ سے قیامت ڈھا رہی تھی۔ سردی سے میرا حال تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے میں سخت سردیوں کے موسم میں برف کی سل پر بیٹھا ہوں۔ آہستہ

آہستہ مجھے اپنی ہوش رخصت ہوتے محسوس ہوئے۔ مگر اس سے پہلے کہ میں مکمل طور پر بے ہوش ہو جاتا اچانک ایک جوان لڑکی کہیں سے نمودار ہوئی۔ اور پھر ایک جوان آدمی بھی۔ دونوں کی آنکھیں پریشانی سے بھری ہوئی تھیں۔ اس جوان لڑکی نے اپنا ہاتھ میرے دل کے مقام پر رکھ دیا اور اس جوان آدمی نے کچھ پڑھ کر میرے سارے جسم پر سر سے پاؤں تک ہاتھ پھیرا۔ اس کے ہاتھ پھیرتے ہی مجھے سردی کی شدت میں اچانک بہت زیادہ کمی محسوس ہوئی۔ جیسے کسی نے مجھے کچھ اوڑھا دیا ہو۔ اس لڑکی کے دل پر ہاتھ رکھنے کی بدولت میرے ہوش تیزی سے بحال ہونے لگے اور چند منٹوں میں، میں بہت سنبھل چکا تھا۔ اتنے میں ان دونوں کی یک جان آواز آئی۔

"سلیمان بیٹا! ۔۔۔ اپنا عمل مکمل کرو۔ فکر مت کرو۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔" انکی آواز میں عجیب سے مٹھاس تھی جس نے میرے اندر

ایک نئی توانائی بھر دی اور میں نے آنکھیں بند کر کے پھر سے مشق شروع کر دی۔ آنکھیں بند ہوتے ہی وہ دونوں اوجھل ہو گئے۔ اور میں پھر مشق میں مصروف ہو گیا۔ ایک آدھ دن تک اس نئی توانائی نے میرا بھرپور ساتھ دیا اور پھر وہی جسم کی نقاہت۔ میں نے چالیس دن کا چلہ پہلے بھی تین مرتبہ مکمل کیا تھا مگر ایسا حال پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح سے میں نے چلہ مکمل کر ہی لیا۔ دادا جی کی اس آواز پر میں آنکھیں کھول دیں۔

"بیٹا!۔۔۔ مبارک ہو۔ تم کامیاب ہو گئے۔" ان کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔

میں نے آنکھیں کھول کر ان کی طرف دیکھا اور پھر اچانک مجھے چکر سا آیا اور میری آنکھیں بند ہوتی چلیں گئیں۔ میں بے ہوش ہو چکا تھا۔ دوبارہ ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو ایک چارپائی پر دراز پایا۔ یہ

وہی گاڑی تھی مگر یہاں ایک چارپائی موجود تھی۔ جس پر میں لیٹا ہوا تھا اور دادا جی میرے منہ میں کوئی جوس قطرہ قطرہ کرکے ڈال رہے تھے۔ ہوش میں آنے کے بعد مجھے بہت ہی تیز بھوک کا احساس ہوا۔ اور پھر میں نے جوس کا گلاس لیٹے ہی لیٹے منہ سے لگالیا۔ دادا جی نے عقلمندی سے کام لیتے ہوئے مجھے ایک مخصوص مقدار سے زیادہ نہیں پینے دیا۔

''بس بیٹا!۔۔۔ابھی کچھ دیر سانس لے لو۔'' انہوں نے جوس کا گلاس پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔ پھر چند لمحوں کے بعد انہوں نے مجھے اٹھا کر بیٹھا دیا اور گلاس میرے حوالے کردیا۔ میرا حلق باوجود آدھا گلاس ختم کردینے کے کانٹوں سے بھرا ہوا تھا اور میں نے جلدی سے سارا جوس گلے میں انڈیلا۔ جوس خالی میدے میں گیا تو کچھ افاقہ ہوا۔ پھر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد دادا جی نے نرم غذا مجھے کھانے کے لئے دی۔ چند گھنٹوں تک میری طبیعت اعتدال پر آچکی تھی۔

''بیٹا!۔۔۔ایک بار پھر مبارک باد قبول کرو۔'' دادا جی نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

''شکریہ دادا جی!۔۔۔یہ سب آپ کی محنت اور مدد کی وجہ سے ممکن ہو سکا۔'' میں نے ممنونیت سے کہا۔

''نہیں بیٹا!۔۔۔تمہاری اپنی کوشش کمال کی تھی۔ اور یہ تو بتاؤ یہ غیر مرئی مخلوقات کو جلانے کا علم تم نے کہاں سے سیکھا؟'' انہیں اچانک یاد آ گیا اور انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

''کہیں سے بھی نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔ ''بس ارتکاز توجہ سے اس مخلوق کو دیکھا اور دل میں خواہش پیدا کی کہ وہ جل جائے تو وہ جل گیا۔ اصل میں، انہوں نے تھکا دیا تھا مجھے بھی اور آپ کو بھی۔''

''حیرت ہے۔ میں نے تو بہت دفعہ ایسی کوشش کی ہے مگر کبھی کامیاب نہیں ہو سکا۔ اور تم نو آموز ہونے کے باوجود پہلی ہی کوشش میں

کامیاب ہو گئے۔" دادا جی کے لہجے میں بہت حیرت تھی پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگے۔ "لگتا ہے تمہاری روح بہت طاقتور ہو گئی ہے۔" میں جواب میں بس ہنس دیا۔

چند دن آرام کرنے کے بعد میں اپنے پاؤں پر چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تھا۔ پھر دادا جی نے ایک دن عجیب سے فرمائش کی۔

"بیٹا!۔۔۔مدینہ شریف کی کھجوریں کھلا دو۔" انہوں نے فرمائشی انداز میں کہا۔

"جی!۔۔۔میں کیسے کھلا سکتا ہوں۔" میں نے عاجزی سے پوچھا۔

"بھئی!۔۔اب تم روحانی طاقت والے ہو گئے ہو۔ جب چاہو کر سکتے ہو۔ بس ایک لمحے کے لئے آنکھیں بند کرو اور اپنی روح کی پرواز سے مدینہ شریف جا کر کھجور لے آؤ۔" انہوں نے یوں کہا جیسے کوئی بات ہی نہیں۔

میں نے کچھ سوچ کر ایسا ہی کرنے کا خیال کیا۔ اور پھر جیسے ہی دادا جی ایک پتھر پر بیٹھنے کے لیے جھکے میں نے آنکھیں بند کی فوراً ہی میرے روح کی آنکھیں کھل گئی اور پھر اگلے لمحے میں مدینہ شریف کے ایک بازار میں تھا۔ وہاں ایک دوکان سے ایک کھجور اپنی ارتکاز توجہ سے اٹھائی اور ایک لمحے میں اسے لیے ہوئے اسی گار میں آموجود ہوا۔ وہاں مجھے اپنا جسمانی وجود نظر آ رہا تھا۔ میں نے ارتکاز توجہ کی مدد سے وہ کھجور اپنے ایک ہاتھ میں رکھی اور ساتھ ہی آنکھیں کھول دیں۔ میرے ہاتھ میں واقع ایک کھجور تھی۔ اور حیرت کی بات یہ تھی کہ ابھی دادا جی پوری طرح بیٹھ بھی نہ سکے تھے کہ میں نے وہ کھجور ان کی طرف بڑھا دی۔

"یہ لیں دادا جی!۔۔۔ آپ کی مانگی ہوئی کھجور!" میں نے شوخی سے کہا۔ انہوں نے میرے ہاتھ سے کھجور لے لی اور پھر کہنے لگے۔

''اب تو تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں نے تمہیں تمہارے وطن کے پھلوں کا رس کیسے پلایا تھا۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''جی بالکل۔ مگر آپ اس کپڑوں کی الماری میں کیا لینے جاتے تھے؟''

میں نے سوال کیا۔

''کچھ بھی نہیں۔'' انہوں نے ایک قہقہہ لگایا۔ ''چونکہ تم اس علم سے واقف نہ تھے اس لئے بس تم سے چھپانے اور کسی حد تک تمہارے حیرت کم کرنے کے لیے میں ایسا کرتا تھا۔'' دادا جی نے وضاحت کی۔

''دادا جی!۔۔۔یہ عمل بڑے مزے کا ہے۔ اس کا چلہ تو بہت ہی خوفناک تھا مگر مجھے اس غیر مرئی دنیا سے روشناسی حاصل کرکے اچھا لگا۔ خاصی دلچسپ دنیا ہے۔'' میں نے پر جوش لہجے میں کہا۔

''ہاں!۔۔۔ایسا تو ہے۔ مگر کچھ عرصے میں تم اس کے عادی ہو جاو

گے۔" دادا جی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولے۔

"بیٹا!۔۔۔ایک بات میں نے تم سے چھپائی تھی کیونکہ تم اس چلے میں مصروف تھے اور میں تمہاری توجہ بٹانا نہیں چاہتا تھا۔" دادا جی نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"وہ کیا دادا جی!" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"گوپی کشن تمہارا پیچھا کرتے ہوئے جاٹوں کی بستی پہنچ چکا ہے۔ مگر یہاں سے اسے تمہارا کوئی سراغ نہیں مل رہا۔ اس کے جاسوس ساری بستی میں پھیلے ہوئے ہیں اور بڑی سرگرمی سے تمہیں تلاش کر رہے ہیں۔" دادا جی نے جواب دیا۔

"اوہ!۔۔۔دادا جی کیوں نہ اس گوپی کشن سے بھی دو دو ہاتھ کر لیں اب؟" میں نے دادا جی کی طرف دیکھتے ہوئے پرجوش لہجے میں

پوچھا۔

"بیٹا!۔۔۔اتنا جوش اچھا نہیں ہوتا۔ جس طرح تمہارے پاس روحانی قوتیں ہیں اسی طرح اس کے پاس بھی ہیں۔ اور وہ اس کھیل کا پرانا کھلاڑی ہے۔ پتہ نہیں کیسی کیسی قوتیں اکٹھی کر رکھی ہونگی اس نے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ ریاست سولومن کا بڑا عہدے دار ہے۔ اس لیے اگر تم کسی طرح اس پر غالب بھی آ جاتے ہو تو بھی ساری سلطنت کی فوج تمہارے خلاف اٹھ کھڑی ہوگی۔ تم کس کس سے لڑو گے؟" انہوں نے تفصیل سے خطرات کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

"مگر دادا جی!۔۔۔ہم ان سے کب تک ڈرتے اور چھپتے رہیں گے؟" میں نے الجھ کر کہا۔

"وقت کا انتظار کرو بیٹا!۔۔۔ہر کام اپنے مناسب وقت پر ہی اچھا

ہوتا ہے۔ ابھی ان کا وقت چل رہا ہے۔ تم اپنے وقت کا انتظار کرو۔"

دادا جی نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔

میں خاموش ہو گیا۔ حالات کا تقاضہ یہی تھا کہ میں اپنے آپ کو

حالات پر چھوڑ دوں۔ پھر میں نے سوچا کہ دادا جی سے اور علوم سیکھنے

کی بات کروں۔

"دادا جی مجھے کسی اور علم کا طریقہ سکھائیے جیسے روحوں کو بلانے والا

جس سے آپ عظیم شوالہ کی روح کو بلاتے ہیں۔" میں نے کہہ تو دیا

مگر اچانک میری نظروں کے سامنے وہ دونوں جوان لڑکے اور لڑکی کی

سورتیں گھوم گئیں جنہوں نے مجھے آخری دنوں میں جب میں تقریبا

بے ہوش ہونے ہی والا تھا، سنبھالا تھا۔

"ضرور بیٹا!۔۔۔ مگر میرا خیال ہے کہ ابھی کچھ دن تم آرام کر لو۔

تمہاری صحت بہت خراب ہو چکی ہے۔ سوکھ کر کانٹا بن گئے ہو۔ پہلے

کچھ اپنی حالت درست کرلو پھر یہ علوم سیکھتے رہنا۔" دادا جی نے فکر مندی سے کہا۔

"دادا جی میں آپ سے کچھ اور بھی پوچھنا چاہتا ہوں۔ میری مشق کے آخری دنوں میں، میں تقریباً ہمت ہار چکا تھا اس وقت میری آنکھ بھی کھل گئی تھی اور مجھے بہت سخت سردی کا احساس ہو رہا تھا۔ قریب تھا کہ میں بے ہوش ہو جاتا کہ اچانک ایک جوان لڑکی اور لڑکا نمودار ہوئے۔ لڑکی نے میرے دل پر ہاتھ رکھ دیا جبکہ لڑکے نے کچھ پڑھ کر مجھے سر سے پاؤں تک پھونکا تو مجھے جیسے نئی توانائی مل گئی اور اسی وجہ سے میں اپنی مشق پوری کر پایا۔ وہ کون لوگ تھے؟" علی نے تجسس سے پوچھا۔

"ہوں!۔۔۔ کیا تم مجھے تھوڑا سا ان کا حلیہ بتا سکتے ہو۔" دادا جی نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا۔ میں نے اپنے انداز سے ان کو

حلیہ بتا دیا۔

"ٹھہرو میں تمہیں ایک تصویر دکھاتا ہوں۔" دادا جی نے اچانک کہا اور پھر انہوں نے آنکھیں بند کی اور اگلے ہی لمحے ان کے ہاتھ میں ایک فریم کی ہوئی تصویر تھی۔ اس تصویر میں وہی دونوں لڑکا اور لڑکی تھے جن کو میں نے دیکھا تھا۔

"جی دادا جی!۔۔۔بالکل یہی تھے۔ یہ کون ہیں؟" میں نے فوراً تصدیق کرتے ہوئے کہا۔

"یہ تمہارے والدین ہیں بیٹا!" دادا جی نے مسکراتے ہوئے کہا اور میرے ذہن میں ایک جھٹکا سا ہوا۔ مجھے یاد بھی آ رہا تھا کہ انہوں نے مجھے بیٹا کہا تھا۔ آہ۔۔۔وہ میرے والدین تھے۔ میں ان کی اولاد اور وہ مجھے مر کر بھی نہیں بھولے۔ میں کافی دیر تک ان کے خیالوں میں ڈوبا رہا۔

چند دن میں نے آرام کرنے اور دادا جی سے اپنے والدین کے بارے میں باتیں کرنے میں گزار دیئے اور پھر میں نے ضد کر کے دادا جی سے روحوں کو بلانے والا عمل سیکھنا شروع کر دیا۔ اس عمل میں اپنی گرد آیت الکرسی کا حفاظتی حصار کھینچ کر کچھ قرآنی آیات کی تلاوت کرنا تھا۔ پھر اپنی توجہ اس روح کی طرف، جسے بلانا مقصود ہوتا تھا، مرکوز کر کے کچھ خاص الفاظ تھے جو بار بار پڑھنے تھے۔ اگر دس بار پڑھنے پر بھی وہ روح نہ آئے تو پھر دوبارہ وہ قرآنی آیات تلاوت کرنی تھی۔ اسی طرح اس عمل کو اس وقت تک کرتے رہنا تھا جب تک کہ وہ مطلوبہ روح آ نہ جائے یا پھر ہم اس کو بلانے کا ارادہ ترک نہ کر دیں۔

میں نے اللہ کا نام لیا اور پھر ایک جگہ پر بیٹھ کر یہ عمل کرنے لگا۔ تقریباً دو گھنٹے کی کوشش کے بعد اچانک میں نے وہی بزرگ جو خواب میں

آتے تھے ان کو اپنے سامنے دیکھا۔ ان کی آنکھیں کسی بھی تاثر سے خالی تھیں۔

''عظیم شوالہ کیا یہ آپ ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں سلیمان!۔۔۔ یہ میں ہی ہوں۔ بولو مجھے کیسے یاد کیا۔'' انہوں نے پوچھا۔

''میں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا آپ نے میری بہت سے معاملات میں مدد کی۔'' میں نے ممنونیت سے کہا۔

''میں نے اپنا فرض ادا کیا۔ اور کوئی بات'' انہوں نے اسی طرح سپاٹ سے لہجے میں کہا۔

''کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ گوپی کشن سے مقابلے کے لیے مجھے کون کونسے علوم سیکھنے ہونگے؟'' میں نے پوچھا۔

''سب سے پہلے بلند حوصلے کا علم سیکھو! اس سے بڑا کوئی علم اس دنیا

میں نہیں ہے۔" انہوں نے بڑے ہی عجیب سے لہجے میں کہا۔

"جی" میں حیرت سے ہکا بکا رہ گیا۔

"سلیمان!۔۔۔تم پر ساری سلطنت سولومن کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ تمہارا مقابلہ طالش جیسے خطرناک جن سے ہے اگر تم چھوٹی چھوٹی ہستیوں سے ڈر کر بیٹھے رہو گے تو پھر طالش سے مقابلہ کیا خاک کرو گے۔" انہوں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔اور مجھے شرمندگی کا احساس ہونے لگا۔

"میں تو خود یہی چاہتا تھا مگر دادا جی کا خیال تھا کہ ہم مناسب وقت کا انتظار کریں۔" میں نے اپنی خفت مٹاتے ہوئے کہا۔

"دیکھو سلیمان!۔۔۔تمہیں اپنی طاقتوں کا صحیح طور پر ادراک نہیں ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ گوپی کشن تم سے طاقت میں بہت آگے ہے مگر اس کے پاس ایمان کی قوت نہیں ہے جو تمہارے پاس

ہے۔ یاد کرو جب تم ہوائی حویلی میں قید تھے۔ تمہاری کس قوت نے تمہیں بچایا؟ صرف ایمانی قوت نے۔ اپنا ایمان پختہ رکھو اور عقل سے کام لیتے ہوئے آگے بڑھو۔ خدا تمہارا حامی و ناصر ہوگا۔" عظیم شوالہ نے بڑے ٹھوس لہجے میں کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ میں کوئی اور سوال کرتا ان کی روح ہوا میں تحلیل ہوگئی۔

میں نے گھوم کر دادا جی کی طرف دیکھا۔ وہ بھی یہ سب کچھ سن رہے تھے۔ مجھے اپنی طرف دیکھتا پا کر بولے۔

"بیٹا!۔۔۔ میری اوقات ہی کیا ہے۔ تم خود سے اپنے فیصلے کیا کرو۔" دادا جی کے لہجے میں اداسی اور پشیمانی سی تھی۔

"دادا جی!۔۔۔ میں آپکی محبت کو سمجھتا ہوں۔ مگر جیسا کہ عظیم شوالہ نے کہا کہ مجھے ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں رہنا چاہیے۔ اللہ تعالی ہر موڑ پر میری مدد کر رہے ہیں۔ مجھے ان پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔" میں نے

جیسے اپنے آپ سے باتیں کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے!۔۔۔اب تم کیا کرو گے؟" انہوں نے ایک لمبا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"پہلے مجھے یہ بتائیں کہ آپ مجھے اور کون سا عمل سکھا سکتے ہیں جو اس کے خلاف میری مدد کر سکے؟" میں نے کچھ سوچ کر سوال کیا۔

"بیٹا!۔۔۔میں لڑائی جھگڑے سے دور رہنے والا بندہ ہوں اس لیے میرے تجربے سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ہاں تمہارے ذہن میں کچھ ہو تو بتاؤ۔" دادا جی شاید ابھی تک ندامت کا شکار تھے کہ انہوں نے مجھے چھپے رہنے کا مشورہ دیا تھا جسے عظیم خالہ نے رد کر دیا۔

"اچھا کیا آپ مجھے ایسا کوئی علم بتا سکتے ہیں جو گوپی کشن کی روح کو اس کے قابض جسم سے نکالنے میں مدد کرے؟" میں نے کچھ سوچ

کر پوچھا۔

"بیٹا!۔۔گوپی کشن ایک ہندو ہے۔اس کے خلاف تمہارا سب سے بڑا ہتھیار خود کلام پاک ہے۔اس پر آیات پڑھ کر پھونکو۔خاص طور پر چاروں قل شریف۔" دادا جی نے ایک ٹپ دیتے ہوئے کہا۔اور میں نے اسے ذہن نشین کر لیا۔

وہ رات میں نے دادا جی کے ساتھ ہی آخری رات کے طور پر اس غار میں گزاری۔پھر اگلی صبح میں نے انکو واپس بستی جانے کا کہا۔

"دادا جی!۔۔۔اب آپ بستی جائیں۔میں نہیں چاہتا کہ وہ آپ کو میرے ہمدرد کے طور پر شکار کر سکے۔میں اس سے تنہا ہی ملنا چاہوں گا۔" میں نے بڑے ہی پر عزم لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے بیٹا!۔۔جیسے تمہاری مرضی۔" دادا جی نے کہا پھر جانے سے پہلے تاکید کی۔"بیٹا!۔۔۔اپنا خیال رکھنا اور اگر کسی بھی موقع پر

میری ضرورت محسوس ہو تو بلا تکلف مجھے آواز دے دینا۔ یہ بوڑھی ہڈیاں جس بھی قابل ہوئیں تمہارے کام ضرور آئیں گیں۔"

"میں آپ کا بہت شکرگزار ہوں اور بس آپکی دعاؤں کا طالب ہوں" میں نے ممنونیت سے کہا۔

"اللہ تمہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔" انہوں نے دعا دی اور پھر رخصت ہو گئے۔

ان کے جانے کے بعد میں نے اپنا پروگرام بنانا شروع کیا۔ اگر مجھے کسی طرح گوپی کشن کے ٹھکانے کا پتہ چل جائے تو یقیناً میں اس کی گردن پر پہنچ سکتا ہوں۔ پھر اچانک مجھے ایک خیال آیا۔ کیوں نہ گوپی کشن کی روح کو اپنے سامنے بلاؤں۔ پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

کافی دیر میں اس پر سوچتا رہا مگر اس کے علاوہ مجھے کوئی اور خیال نہیں آیا۔ ابھی میں عمل شروع کرنے ہی والا تھا کہ مجھے آیان اپنے قریب

نظر آیا۔ میں اسے دیکھ کر چونک پڑا۔ چونکنے کی بات اس لیے تھی کہ آیان تقریباً دو سال سے نہیں آیا تھا اور نہ ہی میں نے بلایا تھا۔ دوسرا یہ کہ وہ میری اس غار والی رہائش کے بارے میں بھی نہیں جانتا تھا۔

اس سے پہلے کہ میں اس سے اس بارے پوچھتا۔ وہ خود ہی بول پڑا۔

"آقا!۔۔۔ تکلیف دہی کی معذرت چاہتا ہوں۔ مگر آپ سخت خطرے میں ہیں۔" آیان نے تیز لہجے میں کہا۔ "گوپی کشن اور اس کے سپاہیوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اور اس وقت جادوئی جالا بن رہے ہیں تا کہ آپ یہاں سے بھاگ نہ سکیں۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔" میں نے حیرت زدہ ہوتے ہوئے پوچھا۔ "اس کو میرے اس ٹھکانے کا کیسے پتہ چلا اور تم یہاں کیسے پہنچے؟"

"آقا!۔۔۔ میں گوپی کشن کی دور ہی دور سے نگرانی کر رہا تھا۔ آپ نے تو مجھے جانے کو کہہ دیا تھا مگر میرا دل نہیں مان رہا تھا اور میں آپ کی

حکم عدولی بھی نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے اپنے طور پر گوپی کشن کے ساتھ لگا رہا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نے آپ کے دادا جی کو گرفتار کیا ہے جن سے اسے معلوم ہوا کہ آپ یہاں پر اس غار میں ہیں اس لیے وہ اب اس غار کو گھیرے ہوئے ہے۔ میں اس لیے اندر آگیا کہ دیکھوں تو سہی کہ کیا واقعی آپ اندر ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ یہاں سے نکل چلیں۔ جادوئی جال بننے میں ان کو ایک آدھ گھنٹا تو لگ ہی جائے گا۔" آیان نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

"آیان!۔۔ میں تمہارا ممنون ہوں کہ تم نے میری یوں مدد کی مگر حقیقت تو یہ ہے کہ میں خود گوپی کشن کی تلاش میں تھا اور اسے ایک عمل سے بلانے ہی والا تھا۔ یہ اچھا ہوا کہ وہ خود ہی آگیا۔ بس تم اپنے آپ کو بچاؤ۔ ان کو میں خود ہی سنبھال لوں گا۔" میں نے بڑے ٹھوس لہجے میں کہا اور آیان حیرانی سے مجھے دیکھنے لگا۔ مگر وہ کچھ اور کر نہیں

سکتا تھا اس لیے خاموشی سے وہاں سے چلا گیا۔

آیان کے جانے کے بعد میں وہی زمین پر بیٹھ گیا اور پھر اپنے گرد آیت الکرسی کا حفاظتی حصار بنا کر میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ اپنے روح کی پرواز سے میں اس غار سے باہر نکلا اور پھر ادھر ادھر کا معائنہ کرنے لگا۔ بظاہر تو کچھ نہیں تھا مگر میری روحانی آنکھ نے مجھے دیکھا دیا کہ میرے گرد تقریباً بیس کے قریب جنات اور تین انسان گھیرا ڈالے چٹانوں کی اوٹ میں چھپے ہوئے تھے۔ میری غار کے اردگرد وہ جنات ایک عجیب سا جالا بن رہے تھے۔ اس جالے کی ہر رسی اور گرہ سے عجیب سی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ پھر میں ان تین انسانوں کیطرف متوجہ ہوا۔ ان میں سے کوئی بھی گوپی کشن نہ تھا بلکہ دو تو جادوں کی بستی کا باشندے تھے جنہیں میں نے وہاں سے نکلتے وقت دیکھا تھا جبکہ ایک اجنبی تھا۔ میں ان کے پاس چلا گیا۔ وہ آپس میں

باتیں کر رہے تھے۔

''تمہیں یقین ہے کہ اس نے علم زوجیلہ مکمل کرلیا ہے؟'' ایک شخص جس کی فرنچ کٹ داڑھی تھی نے دوسرے آدمی سے پوچھا۔

''جی سر!۔۔۔باباتی اس علم کا بڑا ماہر ہے اور ہمیں پتہ چلا ہے کہ وہ اور یہ لڑکا تقریباً دو سال سے اسی غار میں رہ رہے ہیں۔میرے خیال میں اتنا عرصہ کافی ہوتا ہے اس علم کو سیکھنے کے لیے۔'' دوسرے آدمی نے کہا جو کلین شیو تھا مگر اس کے سر کے بال گردن سے نیچے اس کے کندھوں تک بکھرے ہوئے تھے۔

''شیوا!۔۔۔لگتا ہے تمہیں علم زوجیلہ کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہیں۔اس کے سیکھنے کے لیے تو پانچ سال کا عرصہ بھی کم ہے۔ بہر حال یہ ایک اچھا اقدام ہے گوپی جی کا، کہ یہ جادوئی جال بن دیا جائے۔ویسے تو اس بات کا امکان کم ہی ہے کہ وہ یہ علم جانتا ہوگا مگر

اگر جانتا بھی ہوا تو اس جال سے نہیں نکل سکے گا۔" اسی فرنچ کٹ داڑھی والے نے کہا۔ اور پھر تیسرے آدمی کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا۔

"اولنگا!۔۔۔ جاؤ دیکھ کر آؤ کہ کتنا کام رہ گیا ہے تاکہ ہم گوپی جی کو اطلاع کریں۔"

وہ تیسرا آدمی یہ حکم ملتے ہی چٹان کی اوٹ سے نکلا اور چند قدم پیچھے چٹان پر کھڑے جن سے مخاطب ہو گیا۔ وہ اس سے معلومات لے رہا تھا کہ کتنا کام رہ گیا ہے۔ اس جن نے بتایا کہ بس دس منٹ کا کام رہ گیا ہے۔ اولنگا یہ معلومات لے کر واپس اپنے باس کے پاس آ گیا اور کہنے لگا۔

"سر!۔۔۔ شرطا جن کے مطابق دس منٹ کا کام رہ گیا ہے۔" اس کا انداز کافی مودبانہ تھا۔

باس نے کچھ دیر سوچا اور پھر وہاں سے اٹھ کر ایک سمت کو چل پڑا۔ ایک بڑے سے ٹیلے کی اوٹ میں جا کر اس نے چار پتھر اٹھائے اور ان پر کچھ پڑھ کر ایک سمت میں ہوا میں اچھال دیا۔ اسی وقت وہاں جیسے ونڈ سکرین اوپن ہو گئی۔ اس سکرین میں ایک شخص نظر آ رہا تھا۔

"سیونا!۔۔۔بول کا ہے کو کشٹ دیا ہمیں" وہ سکرین والا شخص بولا تو میں چونک پڑا۔ یہ آواز گوپی کشن کی تھی۔

"سرکار!۔۔۔تکلیف دہی کی معافی۔ آپ کو اطلاع دینی تھی کہ دس منٹ میں جادوئی جالا مکمل ہو جائے گا۔ سرکار خود تشریف لائے گیں یا پھر ہم خود ہی اس باغی کو پکڑ کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیں۔"

اس باس نے جس کا نام گوپی نے سیونا لیا تھا بڑے مودبانہ انداز میں کہا۔

"نا بابا!۔۔۔یہ چھورا تمہارے بس کا نا ہی ہے۔ ہم اوش پہنچ رہے

ہے۔" گوپی کشن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ سکرین ہوا میں تحلیل ہوگئی اور سیونا مطمئن انداز میں واپس چل پڑا اور تھوڑی ہی دیر میں وہ پھر اپنے ساتھیوں اولنگا اور شیوا کے پاس بیٹھا تھا۔

مجھے حالات سے پوری آگاہی ہوگئی تھی تاہم مجھے یہ فیصلہ کرنے میں دیر لگ رہی تھی کہ مجھے اپنی کاروائی ابھی شروع کر دینی چاہیے یا پھر گوپی کا انتظار کرنا چاہیے۔ کچھ دیر سوچ کر میں نے اپنی کاروائی شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔ وجہ یہ تھی کہ میں گوپی کشن کی قوتوں سے مکمل طور پر آشناء نہ تھا اس لیے اس کے ساتھیوں کے ساتھ اس کا مقابلہ مہنگا بھی پڑ سکتا تھا۔ جبکہ اکیلے میں اس سے نپٹنا آسان ہوتا۔ یہ سوچ کر میں نے تمام جنات کو باغور دیکھا تا کہ ان کے چہرے میرے ذہن میں نقش ہو جائے اور پھر میں اپنی جگہ واپس پہنچ گیا۔ آنکھیں کھول کر میں نے دوبارہ ان سب بیس جنوں کے چہروں کے نقش

ذہن میں تازہ کیے۔ یہ ایک مشکل کام تھا مگر میں تقریباً دو سال سے
یہی مشق کرتا آرہا تھا اس لیے آسانی سے مجھے ان سے کے چہرے یاد
رہ گئے۔ ان سب کیطرف متوجہ ہو کر میں نے وہ جناتی عمل شروع کر
دیا جس سے جنات کو جلایا جاتا تھا۔ میرے اندازے کیمطابق مجھے یہ
عمل تقریباً! پانچ منٹ تک مسلسل کرنا تھا اور وہ سارے جن جل کر
خاک ہو جاتے۔ پانچ منٹ پورے ہوتے ہی میں اس کا ردعمل
جاننے کے لیے پھر روحانی طور پر باہر نکلا۔ یہ دیکھ کر میری خوشی کی انتہا
نہ رہی کہ وہ سب جل کر بھسم ہو چکے تھے اور جال جہاں تک بنا تھا بس
وہی تک رہ گیا تھا۔ میں جلدی سے سیونا اور اس کے ساتھیوں کے
پاس پہنچا۔ وہ اسی طرح مطمئن انداز میں بیٹھے گوپی کشن کا انتظار کر
رہے تھے۔ ظاہری بات ہے گوپی کشن نے تو آخری وقت پر آنا تھا
تاکہ کام مکمل کرنے میں اسے کچھ انتظار نہ کرنا پڑے اس لیے وہ ابھی

تک نہیں پہنچا تھا۔ اب ان انسانوں سے نمٹنے کا کوئی منصوبہ بنانا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ کن طاقتوں کے ماہر ہیں۔ اچانک مجھے ایک خیال آیا۔ کیوں نہ ان کو آپس میں لڑا دیا جائے۔ یہ سوچ کر میں ان کے پاس گیا۔ وہ اس طرح بیٹھے تھے کہ سیونا جو کہ ان کا باس تھا کچھ آگے تھا اور غار کے دھانے کی طرف اس منہ تھا جبکہ اولنگا اور شیوا کی طرف پیٹھ تھی۔ شیوا درمیان میں تھا دائیں طرف جب کہ اولنگا سب سے پیچھے اور نسجا بائیں طرف تھا۔ میں نے اولنگا پر اپنی ارتکاز توجہ مرکوز کرتے ہوئے اسے سیونا پر گرا دیا۔

''اوہو!۔۔۔اولنگا تم ہوش میں تو ہو؟'' سیونا نے غصے سے بھرے لہجے میں کہا۔

اولنگا نے کچھ کہنے کے لیے زبان کھولی مگر میں نے اپنی توجہ سے اس کی زبان اس کے دانتوں میں الجھا دی۔ وہ جلدی سے بولنے کے چکر

میں اپنی ہی زبان چبا بیٹھا۔ تکلیف سے اس کا چہرہ بگڑ گیا۔ شیوا اس کو سنبھالنے کے لیا اٹھا ہی تھا کہ میں نے اپنی توجہ سے اولنگا کا دایاں ہاتھ پوری قوت سے گھما کر شیوا کے منہ پر دے مارا۔ وہ تھپڑ بہت ہی زوردار تھا۔ شیوا چکرا کر نیچے گرا۔ سیونا ایک دم کھڑا ہو گیا اور گھور کر اولنگا کو دیکھتے ہوئے بولا۔

''اولنگا!۔۔۔تم ہوش میں تو ہو۔ یہ کیا حرکت ہے؟'' اس کے لہجے میں غصے سے زیادہ حیرت تھی۔

میں نے اس بار پھر اولنگا کا ہاتھ گھما دیا اور اس بار تھپڑ سیونا کے پڑا۔ سیونا تھپڑ کھا کر گرتے ہی بجلی کی سی تیزی اٹھا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ٹماٹر ہوا ہوا تھا۔ اس نے کچھ پڑھ کر زور سے اولنگا کی طرف پھونکا اور اولنگا کا سارا جسم شعلوں کی زد میں آ گیا۔ اولنگا عجیب سے انداز میں چیخ رہا تھا۔ زبان چبانے کی وجہ سے وہ صحیح طور پر بول نہیں

بار ہا تھا مگر تکلیف سے چیخ بھی رہا تھا اور شاید وہ وضاحت بھی دینے کی کوشش کرر ہا تھا اتنے میں تکلیف کی شدت سے وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ سیونا شاید اسے مارنا نہیں چاہتا تھا اس لیے اس نے ایک اور منتر پڑھ کر اس پر پھونکا اور اونگا کو شعلوں سے نجات مل گئی مگر وہ بے ہوش ہی تھا۔

"یہ اچانک اونگا کو کیا ہو گیا۔" شیوا جواب اٹھ چکا تھا حیرت زدہ سے انداز میں بولا۔

"پتہ نہیں۔ شاید یہ پاگل ہو گیا ہے۔ تم نے دیکھا نہیں کہ کس طرح اس نے اپنی ہی زبان کو چبا لیا۔" سیونا نے اپنے طور پر وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر جیسے ہی اس نے دوبارہ منہ موڑ کر غار کے دھانے کی طرف دیکھنا شروع کیا میں نے اس بار شیوا کے ہاتھ کو استعمال کیا۔ اس نے قریب ہی پڑا ہوا ایک بھاری پتھر اٹھایا اور تیزی

سے سیونا کے سر پر دے مارا۔ سیونا بچارا ایک تیز سسکاری لے کر وہی ڈھیر ہوگیا۔ پتہ نہیں مر گیا یا پھر بے ہوش ہوا تھا۔ جبکہ شیوا اپنے ہاتھوں کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ ظاہری بات ہے اسے یہ بات سمجھ نہیں آئی تھی کہ خود اس سے یہ سب کیسے ہوگیا۔ اب میرے لیے مسئلہ یہ تھا کہ اس کا کام کیسے تمام کروں۔ میرے پاس کوئی ایسا علم نہیں تھا کہ میں کسی انسان کو نقصان پہنچا سکتا۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ اسے بھی جلانے کی کوشش کروں جیسے چلے کے دوران میں نے ایک غیر مرئی مخلوق کو جلایا تھا۔ مجھے یقین تو نہ تھا مگر کوشش کرنے میں کوئی ہرج نہ تھا۔ اس لیے میں نے اپنی ارتکاز کی قوت سے اس کو آگ میں جلانے کے تصور کو ابھارا۔ اسی وقت میں نے شیوا کو آگ کے شعلوں میں جلتے دیکھا۔ جب تک میں نے توجہ مرکوز رکھی وہ جلتا رہا اور چیختا رہا۔ جب وہ بے ہوش ہو کر گرا تو میں نے آگ کا تصور ختم کر دیا اور

آگ خود بخود سرد ہو گئی۔

یہ سارا واقعہ میرے اعتماد کو بڑھانے کے لیے کافی تھی۔ جنات سے نپٹنا تو مجھے خوب آتا تھا مگر جادوگر انسانوں سے میں پہلی بار ٹکرایا تھا۔ چونکہ اب میدان صاف تھا اس لیے میں نے انتظار کرنے کا فیصلہ کیا۔ ابھی چند منٹ ہی انتظار کیا تھا کہ میں نے ایک چٹان کے عقب سے گوپی کشن کو اس شکل میں آتے ہوئے دیکھا جس میں وہ سکرین پر نظر آ رہا تھا۔ اس نے سر گھما کر اس ادھورے جال کو دیکھا تو اس کے چہرے پر غصے اور حیرت کے ملے جلے تاثرات ابھر آئے۔ اسے شاید یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ کام ابھی تک مکمل نہیں ہو سکا ہے۔ اتنے میں وہ چلتا ہوا اس چٹان کے قریب پہنچ گیا جہاں پر اس نے اولنگا اور شیوا کو جلے ہوئے بے ہوش پایا۔ جبکہ سیوتا بھی ان کے پاس ہی ڈھیر تھا۔ گوپی کشن فوراً ہی معاملے کو سمجھ گیا۔ مجھے ڈر محسوس ہوا کہ کہیں یہ

بھاگ نہ جائے اس لیے میں نے جلدی سے اپنے ارتکاز کی توجہ سے اسے جکڑ لیا اور پھر ہوا میں انسانی آواز کا ارتعاش پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"گوپی کشن مہاراج!۔۔۔ بھاگنے کا ارادہ ملتوی کر دو۔ اب تم مجھ سے نہیں بچ سکتے۔" میرے لہجے میں وقار تھا۔

گوپی کشن نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر اچانک اس نے آنکھیں بند کی اور اسی کی ساتھ میں نے دیکھا کہ اس کی روح کا جو چھوٹا سا ہیولہ تھا وہ ایک دم سے قد آور اور مکمل روح کی صورت اختیار کر گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے مجھے دیکھ لیا۔

"اچھا تو یہ تم ہو چھوٹی سرکار!" اس نے گھور مجھے دیکھا۔ "بہت خوب اب مزہ آوے ہے شکار کا۔" اس نے زہریلے لہجے میں کہا اور پھر اچانک ہی اس نے ہوا میں انسانی آواز کا کچھ ارتعاش پیدا کیا اور

ایک دم سے ایک خوفناک مخلوق پیدا ہوگئی۔ اس مخلوق نے گھور کر مجھے
دیکھا اور تیزی سے حملہ آور ہوئی۔ اسے دیکھ کر مجھے وہ مخلوقات یاد آ گئی
جو میں نے چلے کے دوران دیکھی تھیں۔ یہ بھی ان میں سے کوئی تھی۔
اس سے پہلے کہ وہ مجھ تک پہنچتی میں نے اسے ارتکاز توجہ سے جلا دیا۔
اسے جلتا ہوا دیکھ کر گوپی کشن کی روح حیران رہ گئی۔ شاید یہ اس کی
توقع کے بالکل برعکس ہوا تھا۔ میں نے موقع کی مناسبت سے اس
کے زخموں پر نمک چھڑکا۔
"گوپی مہاراج!۔۔ کوئی اور جنتر منتر رہ گیا ہو تو وہ بھی آزمالو۔ پھر نہ
کہنا کہ میں نے موقع نہیں دیا۔" میرا لہجہ بہت ٹھوس تھا۔
گوپی کشن میری بات سنتے ہی آگ بگولہ ہوگیا۔ اس نے پھر تیزی
سے ہوا میں ارتعاش پیدا کیا اور اچانک ایک نہایت ہی خوفناک سی
مخلوق ظاہر ہوگئی۔ اس کی خاص بات یہ تھی کہ وہ خود ایک عجیب سی نیلی

آگ میں نہائی ہوئی تھی۔ یعنی آگ اس کے جسم کا حصہ تھی۔ وہ تیزی
سے مجھ پر جھپٹی۔ مجھے سمجھ نہ آیا کہ اس کے ساتھ کیا کروں کیونکہ یہ تو پہلی
سے ہی آگ میں نہا رہی تھی۔ اتنے میں اس نے مجھے یعنی میری روح
کو آلیا۔ میری روح کو ایک کرنٹ سا لگا اور ایک عجیب سے تکلیف
میری روح کو شروع ہوگئی۔ شاید یہ جلنے کی تکلیف تھی۔ میں اس
تکلیف سے روشناس نہ تھا۔ میری حالت تیزی سے بگڑ رہی تھی اور
مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ میں کیا کروں اچانک مجھے آیت کریمہ یاد
آگئی جس نے گوپی کشن کے خلاف پہلے بھی میری بہت مدد کی تھی۔
میں نے جلدی سے ہوا میں آیت کریمہ کی تلاوت کا ارتعاش پیدا کیا۔
پہلی دفعہ آیت کی تلاوت ختم ہوتے ہی اس مخلوق کو ایک جھٹکا لگا اور وہ
مجھ سے ایسے دور ہٹ گئی جیسے اسے کرنٹ لگا ہو۔ اس سے مجھے حوصلہ
ملا اور میں نے اس بار بڑے خشوع و خضوع سے آیت کریمہ کی تلاوت

شروع کردی۔اس سے نا صرف وہ مخلوق بھاگ گئی بلکہ گوپی کشن کی

روح بھی بہت بے چین ہوگئی۔میں اس کے بے چینی دیکھ کر مسلسل

تلاوت کرتا رہا اور وہ بے چین روح کی طرح ادھر سے ادھر چکر لگاتی

رہی اور پھر اچانک گوپی کشن کی روح چھوٹے سے ہیولے کی صورت

میں اس کے جسم کے اوپر معلق ہوگئی اور گوپی کشن نے آنکھیں کھول

دیں۔مگر اب میں اس کو بھاگنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا اس لیے

میں نے اس کے جسم کو اپنے ارتکاز توجہ کے شعلوں سے جلانا شروع کر

دیا۔گوپی کشن کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں۔چند منٹ میں وہ بے

ہوش ہو کر گر پڑا مگر میں اسے مسلسل آگ میں روست کرتا گیا۔اور پھر

چند منٹ بعد میں نے دیکھا کہ آسمان سے فرشتوں کا ایک غول تیزی

سے نیچے اترا۔اور پھر انہوں نے اس بے دردی سے گوپی کشن کی

روح کو اس جلے ہوئے جسم سے نکالا کہ گوپی کشن کی چیخوں سے میری

روح بھی کانپ اٹھی۔ اور پھر ایک فرشتہ اس کی روح کو ایک بہت ہی بڑے اور کانٹے دار کوڑے سے مارنے لگا۔ گوپی کشن کی روح بری طرح چیخنے کا ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔ مگر یہ ارتعاش انسانی نہیں بلکہ روحانی تھا یعنی کوئی انسانی کان اسے نہیں سن سکتا تھا۔ پھر وہ فرشتوں کا غول اسی طرح اسے کوڑے سے مارتا ہوا آسمانوں میں غائب ہو گیا۔ میں حیرت زدہ اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ ہندو مذہب کے مطابق وہ مردہ انسان کو جلا دیتے ہیں۔ چونکہ گوپی کشن تو پہلے ہی روح کی شکل میں تھا اور شاید اپنے اصل جسم کے ساتھ نہیں جلا تھا اس لیے اس کی روح کو عالم ارواح میں داخلہ نہیں مل سکا مگر اب جب کہ میں نے اسکے جسم کو اس کی روح سمیت جلا دیا تھا تو شاید اس کی طبعی موت واقع ہو گئی تھی اس لیے اللہ تعالی کے نظام کے مطابق اس کی روح کو فرشتے عالم ارواح میں لے گئے۔ اور وہ

کوڑے اس کو یقیناً اس کے اعمال کے نتیجے میں لگے ہونگے۔

بہر حال بہت ہی دردناک منظر تھا۔

اس سے فارغ ہو کر میں اپنی جگہ حاضر ہوا اور پھر غار کے دھانے سے نکل کر باہر آ گیا۔ اچانک مجھے دادا جی کا خیال آیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں پر ہیں۔ میں نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کیں اور پھر تیزی سے آسمان کی طرف اڑ گیا۔ پھر میں نے تیز نظروں سے دادا جی کو ڈھونڈا۔ وہ مجھے کہیں نظر نہ آئے۔ پوری جاڑوں کی بستی میں نے کنگال ماری مگر وہ وہاں کہیں موجود نہ تھے۔ ناکام ہو کر میں نے آنکھیں کھول دیں۔ اور پھر کچھ سوچ کر میں نے آیان کو بلایا۔ وہ میری آواز پر نہیں آیا۔ مجھے معلوم تھا کہ اسے سورہ جن پڑھ کر آواز دی جا سکتی ہے مگر مجھے سورہ جن زبانی یاد نہیں تھی اس لیے۔ میں واپس غار کی طرف چل پڑا۔ غار میں پہنچ کر میں نے دادا جی کے رکھے

ہوئے ایک قرآن شریف سے سورہ جن کو اس خیال سے حفظ کرنا شروع کر دیا کہ مستقبل میں بھی اس کی ضرورت پڑ سکتی تھی۔ جب میں اسے حفظ کر چکا تو ایک بار پڑھ کر آیان کو آوازیں دیں۔ تیسری آواز پر وہ حاضر ہو گیا۔

"آپ نے مجھے یاد کیا میرے آقا" آیان نے مودبانہ انداز میں کہا۔

"آیان!۔۔۔جلدی سے پتہ لگاؤ کہ میرے دادا جی کہاں پر ہیں۔ مجھے ان کا کچھ پتہ نہیں چل رہا ہے۔" میں نے جلدی سے پوچھا۔

"ان کو گوپی کشن کے حکم سے جادوئی جالے سے باندھ کر سنگ مور کی جیل میں رکھ گیا ہے۔" آیان نے فوراً بتایا۔

"یہ سنگ مور کہاں پر ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"آقا!۔۔۔یہ آپ کی دنیا میں نیپال کے قریب ایک جگہ ہے جہاں

پر سلطنت سولومن کی سب سے خطرناک جیل ہے۔ یہاں پر بہت ہی طاقتور اور خطرناک قیدی رکھے جاتے ہیں۔ آج تک وہاں سے کوئی بھی قیدی آزاد نہیں ہو سکا اور نہ ہی زندہ واپس آیا ہے۔" آیان نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"کیا تم میری وہاں تک راہنمائی کر سکتے ہو؟" میں نے اس کی تعریفوں سے متاثر ہوئے بغیر پوچھا۔

"ضرور آقا!۔۔۔ مگر اس کے گرد جادوئی کالے موجود ہیں جو کسی بھی قریب آنے والے جن کو دبوچ لیتے ہیں۔ اس لیے میں آپکو کچھ دور سے ہی دکھا سکوں گا۔" آیان نے کچھ پریشان لہجے میں جواب دیا۔

"چلو ٹھیک ہے۔ جہاں تک تم جا سکو مجھے لے چلو۔" میں نے جلدی سے کہا۔

گوپی کشن کے ساتھ اس معرکے نے مجھے بہت اعتماد دیا تھا۔ اس

لیے میں نے سیدھا سنگ مور جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ مجھے امید تھی کہ میں اپنی قوتوں کے بل پر دادا جی کو وہاں سے نکالنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

آیان نے مجھے اٹھایا اور پھر تیزی سے ہواؤں میں بلند ہو گیا۔ ہم کچھ دیر تک فضا میں سفر کرتے رہے اور پھر ایک بڑے پہاڑ کو کراس کر کے آیان نے مجھے ایک جنگل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔

"آقا!۔۔۔یہ جنگل ایک حفاظتی علاقہ ہے۔ یہاں پر بے شمار مکڑے ہیں جو کسی انسان یا جن کو جنگل میں گھسنے نہیں دیتے۔ جو بھی ان کے ہاتھ آ جاتا ہے اس کو باندھ کر کھا جاتے ہیں۔" آیان کے لہجے میں خوف کی جھلک نمایاں تھی۔

"اچھا اگر میں ان سے بچ کر نکل جاؤں تو پھر؟" میں نے پوچھا۔

"آقا!۔۔اس جنگل کے تقریباً وسط میں ایک چھوٹا سا پانی کا حوض

ہے۔اس حوض کے پیندے میں سنگ مور میں داخلے کا دروازہ ہے۔ مگر وہاں دو طاقتور جن تعینات ہیں جو ہر دم پہرہ دے رہے ہوتے ہیں۔بس اس سے آگے کا مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔یہ معلومات بھی میرے پاس اس لیے ہے کہ ایک بار جنات کے بہت بڑے گروہ نے اس جیل میں گھس کر طالوت جن کو رہا کروانے کی کوشش کی تھی۔اس گروہ میں آدھے سے زیادہ مارے گئے تھے اور باقی بڑی مشکل سے واپس آپائے تھے۔ان میں سے ایک سے میری جان پہچان ہے اسی نے مجھے اس کے بارے میں بتایا تھا۔" آیان نے تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔

"یہ طالوت جن کون ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"بہت ہی نیک جن ہے آقا!" آیان نے بڑی عقیدت سے کہا۔

"تقریباً ایک لاکھ جن اسے اپنا لیڈر مانتے ہیں مگر شہنشاہ نے ایک

معمولی سے اختلاف پر اسے یہاں قید کروا دیا۔ طالوت جن کے بعد ہماری مشکلات سننے والا کوئی نہیں ہے۔"

"اچھا ٹھیک ہے تم مجھے اس جنگل کے باہر اتار کر واپس چلے جاؤ۔"

میں نے کہا اور اس نے جنگل کے بالکل ابتداء کے پاس مجھے اتار دیا۔ اور خود واپسی کے لیے مڑ گیا۔ میں نے کچھ دیر ادھر ادھر کا جائزہ لیا اور پھر کچھ پیچھے آ کر ایک محفوظ مقام ڈھونڈا۔ یہ ایک بہت بڑا برگد کے درخت کا جھنڈ تھا۔ میں وہی التی پالتی مار کر بیٹھ گیا اور پھر میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ جسمانی آنکھیں بند ہوتے ہی میری روح بیدار ہو گئی۔ میں نے ہوا میں کچھ بلند ہو کر جنگل کی طرف دیکھا اور چونک پڑا۔ اس جنگل میں بے تحاشا غیر مرئی مخلوقات نظر آ رہی تھیں۔ تقریباً درمیان میں کچھ مخلوقات درخت نما تھیں۔ میں اونچائی پر ہوا میں ہی اس جنگل کے تقریباً وسط میں پہنچ گیا۔ جنگل بہت گھنا تھا

اس لیے یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا کہ نیچے کوئی پانی کا حوض ہے کہ نہیں۔ میں نے خدا کا نام لے کر اس میں گھسنے کا ارادہ کرلیا۔ ایک مناسب جگہ ڈھونڈ کر میں تیزی سے جنگل میں گھس گیا۔ جیسے ہی میں جنگل کی حدود میں داخل ہوا ایک دم کہرام مچ گیا اور بے شمار مخلوقات میری طرف جھپٹی۔ ان میں وہ مکڑے نما مخلوق بھی تھی جس کا آیان نے ذکر کیا تھا۔ میں نے چند ایک کو اپنی ارتکاز توجہ سے جلا دیا۔ میرا خیال تھا کہ باقی ڈر کر مجھ سے دور بھاگ جائیں گی۔ مگر ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ بلکہ ایک مکڑے نے مجھ پر اپنا جالا پھینک دیا۔ یہ جالا بڑا عجیب سا تھا۔ جیسے ہی میری روح پر پڑا مجھے ایک دم گھٹن کا احساس ہونے لگا اور میری روح تیزی سے زمین پر آ گئی۔ مجھ سے اب جالے سمیت اڑا نہیں جا رہا تھا۔ یہ ویسا ہی جالا تھا جیسا شیو اور اس کے ساتھی میری غار کے گرد بن رہے تھے۔ یقیناً یہ جادوئی جالا تھا۔ میں نے اپنی

ارتکاز کی توجہ سے اسے جلانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ یہ میرے لیے حیرت کا ایک جھٹکا تھا۔ میرے زمین پر آتے ہی تمام مخلوقات میرے گرد اکٹھی ہو گئی۔ اور پھر ایک انتہائی بدنما اور کافی موٹی مخلوق جو کم از کم پیرو فٹ اونچی تھی، نے مجھے جالے سمیت اٹھا لیا اور ایک طرف کو چل پڑی۔ میں نے جلدی سے ارتکاز توجہ سے اس مخلوق کو جلانے کی کوشش کی مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ مجھے احساس ہوا کہ اس جالے کی وجہ سے میری ارتکاز توجہ کی قوت بھی کام نہیں کر رہی اور اب مجھے روحانی تھکاوٹ بھی محسوس ہو رہی تھی بالکل اسی طرح جیسے مشق کے دوران جب مشق کا اختتام قریب ہوتا تھا تو مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میری روح تھک سی گئی ہے۔

وہ مخلوق مجھے لیے تیزی سے جنگل میں سفر کر رہی تھی مجھے احساس ہو گیا کہ وہ مجھے جنگل سے باہر کی جانب لے جا رہی ہے۔ اس بدنما مخلوق

کے چار پاؤں تھے اور کم از کم چھ ہاتھ تھے۔ ایک شاخ نما دم بھی تھی۔
صرف چند لمحوں میں وہ مجھے لیے جنگل سے باہر آ گئی اور یہ دیکھ کر
میرے اوسان خطا ہو گئے کہ اس کا رخ اسی برگد کے جھنڈ کی طرف تھا
جہاں میں جسمانی طور پر التی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ یقیناً اسے میرے
جسم کا پتہ چل گیا تھا۔ نجانے کیوں مجھے پہلی بار بہت خوف محسوس ہوا
اگلے ہی لمحے وہ مخلوق مجھے لیے اس جھنڈ میں میرے اپنے جسم کے
سامنے تھی۔ باقی مخلوقات جنگل میں ہی رہ گئی تھیں۔ اس مخلوق نے
اپنے ایک ہاتھ سے میرے جسم کو ہوا میں اٹھایا اور ایک درخت کے
تنے کے ساتھ باندھنے لگی۔ میری روح ایک دم سے بے چین ہو
گئی۔ شاید اس لیے کہ جسم روح کو واپس مانگ رہا تھا اور میری روح
اس جادوئی جالے میں قید تھی۔ عجیب سی بلکہ کسی حد تک تکلیف دہ بے
چینی تھی وہ۔ جب وہ میرے جسم کو اچھی طرح باندھ چکا تو اچانک

اس نے مجھے جالے سمیت میرے اپنے جسم پر اچھا دیا۔ ایک چھناکہ سا ہوا اور میری آنکھ کھل گئی۔ میں درخت سے بندھا ہوا تھا۔ وہ مخلوق اب مجھے نظر نہیں آ رہی تھی یقیناً وہ صرف روحانی آنکھ سے ہی نظر آ سکتی تھی۔ اس نئی پچوئشن نے مجھے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ ابھی میں اس سے نجات کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک مجھے اپنے گرد جھاڑیاں سی اکھٹی ہوتی نظر آئیں۔ ایسا لگ رہا تھا کہ کوئی اندیکھی قوت وہ جھاڑیاں ادھر ادھر سے اکٹھی کر کے میرے گرد ڈالی جا رہی ہے۔ یقیناً یہ وہی مخلوق تھی جو اب مجھے نظر نہیں آ رہی تھی۔ پھر کچھ ہی دیر میں میرے ارد گرد اتنا ڈھیر اکٹھا ہو گیا کہ میں خود اس میں دب کر رہ گیا۔ میں نے جلدی سے آنکھیں بند کر کے روحانی پرواز کی کوشش کی تو مجھے اپنی گرد وہی جادوئی جال نظر آیا۔ وہ ابھی بھی میرے گرد تھا مگر میری انسانی آنکھوں کو نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس جال کی وجہ سے میری

روح بے بس تھی۔

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس مخلوق سے چھٹکارا کیسے حاصل کیا جائے۔ ابھی میں اس کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ یہ دیکھ کر میرے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے کہ ان جھاڑیوں نے آگ پکڑ لی تھی۔ اسی مخلوق نے ایک طرف سے ان جھاڑیوں کو آگ لگا دی تھی۔ جھاڑیاں چونکہ کافی خشک تھیں اس لیے آگ بہت تیزی سے میرے چاروں طرف پھیل رہی تھی اور میرے قریب آتی جا رہی تھی۔ مجھے اپنی موت سامنے نظر آ رہی تھی۔ میں نے ارتکاز توجہ سے اس آگ کو بجھانے کی بڑی کوشش کی مگر اس جادوئی جالے کی وجہ سے میری کوئی بھی کوشش کامیاب نہیں ہو سکی۔ اتنے میں آگ میرے بہت ہی قریب آ گئی اور مجھے اس کی تپش اپنے جسم پر محسوس ہونے لگی۔ میں شاید زندگی میں پہلی بار بہت خوفزدہ ہو گیا

تھا۔ مجھے اس مصیبت سے نجات کا کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا
تھا۔ اور پھر آہستہ آہستہ آگ کی تپش میرے لیے نا قابل برداشت
ہونے لگی اور نجانے کب میرے حلق سے درد بھری چیخیں نکلنے لگیں۔
آگ میرے سارے جسم کو جلائے جا رہی تھی۔ اس مصیبت کی گھڑی
میں اچانک مجھے یاد آ گیا کہ جب بھی میرے لیے سارے راستے بند
ہوتے ہیں تو آیت کریمہ میری مدد کرتی ہے۔ بس اس خیال کے آتے
ہی میں نے ہمت کر کے اپنی چیخوں پر قابو پایا اور اونچی آواز میں آیت
کریمہ کی تلاوت کرنی شروع کر دی۔ آگ نے میرے جسم پر بہت
سے آبلے بنا دیے تھے مگر میں اس تکلیف سے اپنے آپ کو بچاتے
ہوئے پورے انہماک سے آیت کریمہ پڑھ رہا تھا اور پھر میں آخری
بار مکمل ارتکاز توجہ سے اپنے گرد موجود اس جادوئی جالے کو توڑنے کی
کوشش کی۔ ایک جھٹکے سے میں آزاد ہو گیا۔ آیت کریمہ نے میری

پھر مدد کی تھی مگر شاید مجھے دیر ہوگئی تھی کیونکہ میرے چاروں طرف،
اوپر اور نیچے آگ ہی آگ تھی اور میں اس آگ میں زندہ روسٹ
ہوئے جا رہا تھا۔ میرے جسم کے گرد رسیاں بھی اب جلی چکی تھیں۔
اب میری قوت برداشت بھی ختم ہوگئی تھی اس لیے میرے حلق سے
صرف اور صرف چیخیں نکل رہی تھیں۔ لیکن جیسے کہتے ہیں کہ جب
بات جان بچانے کی بات ہو تو انسان کی پتہ نہیں کون کونسی قوتیں بیدار
ہو جاتی ہیں اسی طرح پتہ نہیں کہاں سے میرے اندر اتنی قوت پیدا
ہوئی کہ میں نے ایک لمحے کو اپنی آنکھیں بند کیں اور اپنی روحانی
آنکھوں سے خود اپنے جسم کو دیکھتے ہوئے ارتکاز توجہ سے اسے اس
آگ سے نکالا۔ اور پھر مجھے کچھ ہوش نہیں رہا۔ آخری احساس یہ تھا
کہ میں اس آگ لگے جھنڈ سے کوئی بیس فٹ دور گھاس والی زمین پر
لیٹا ہوا تھا اور میرا سارا جسم بری طرح جل چکا تھا۔ بس اس احساس

کے ساتھ ہی میں بے ہوش ہو گیا۔
جی ہاں بے ہوش اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اگر میں مر گیا ہوتا تو دوبارہ ہوش نہ آتا۔ مگر مجھے دوبارہ ہوش آیا۔ میں نے اپنے آپ کو ایک عجیب وغریب چھونپڑی میں پایا۔ ایک بوڑھا میرے سارے جسم کو جونک دھڑنگ زمین پر پڑا تھا کسی مائع سے لیپ کر رہا تھا۔ وہ مائع اس کے ہاتھ میں موجود پیالے میں تھا۔ جیسے ہی مجھے ہوش آیا میرے حلق سے تکلیف کے مارے چیخیں نکلنے لگیں۔ اس بوڑھے نے ایک عجیب سے جڑی بوٹی میرے ناک کے قریب کی اور مجھے پھر کوئی ہوش نہ رہا۔
دوبارہ ہوش آیا تو میں اسی طرح لیٹا تھا اور میرے جسم پر عجیب سے بڑے بڑے پتے موجود تھے اور اب مجھے جلن بہت کم اور قابل برداشت حد تک محسوس ہو رہی تھی۔ لگتا تھا اس مائع لیپ نے اپنا اثر کیا تھا۔ میں نے آنکھیں گھما کر ادھر ادھر دیکھا مگر قریب کوئی بھی نہیں

تھا۔ جھونپڑی میں بہت کم روشنی تھی۔ شاید باہر اندھیرا ہونے والا
تھا۔ میں کچھ دیر اسی طرح پڑا ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ مجھے اپنے محسن کی
تلاش تھی مگر وہ وہاں نہیں تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے تک اسی طرح پڑے
رہنے کے بعد آخر میں نے کچھ حرکت کا ارادہ کیا۔ کوشش کر کے میں
اٹھا اور ابھی بیٹھ بھی نہ پایا تھا کہ مجھے تیز جلن نے بے حال کر دیا۔
میرے حلق سے پھر چیخیں نکلنے لگیں اور میں تکلیف کی شدت سے بے
ہوش ہوتا چلا گیا۔

تیسری بار ہوش آیا تو ہر طرف اندھیرا سا تھا۔ اور اس اندھیرے میں
بس ایک چراغ روشن تھا۔ میرے جسم میں درد پھر قابل برداشت تھی
اور اب کی بار میں نے ڈر کے مارے سر بھی ہلانے کی کوشش نہیں
کی۔ صرف آنکھوں کو حرکت دے کر دیکھا کہ وہ بوڑھا میرے پاس
ہی بیٹھا ہوا تھا اور اس کی ہاتھ میں کوئی عجیب سے مالا تھی جس میں

بڑے بڑے پتھر چنے ہوئے تھے۔ اس نے کسی اجنبی سے زبان میں مجھے کچھ کہا۔ میں کچھ بھی نہ سمجھ سکا۔ پھر میں نے کچھ کہنے کی کوشش میں زبان ہلانے کی کوشش کی تو ایک صدمہ سا ہوا کہ میرا منہ سلا ہوا تھا۔ جی ہاں میرا منہ مکمل طور پر بند تھا اور میں زبان ہلانا تو دور کی بات منہ کھول بھی نہیں پا رہا تھا۔ اس بوڑھے کو شاید میری اس کیفیت کا اندازہ ہو گیا اس لیے اس نے مجھے اشارے سے آرام کرنے اور حرکت نہ کرنے کا کہا۔ میں خاموش، زخموں اور نہ بولنے کے صدمے سے دوچار بے حرکت لیٹا رہا۔ پتہ نہیں کتنی دیر گزر گئی اور پھر میری آنکھ لگ گئی۔

آنکھ کھلی تو اپنی حالت پہلے سے کافی بہتر معلوم ہوئی۔ سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ تھی کہ میرا منہ اب کھل رہا تھا۔ میں نے کوشش کرکے سر ہلایا اور یہ جان کر اور بھی خوشی ہوئی کہ کوئی نئی تکلیف سر ہلانے سے

پیدا نہیں ہوئی تھی۔ میں نے دیکھا کہ میری دائیں جانب جھونپڑی کا دروازہ تھا اور اس دروازے کے باہر وہ بوڑھا زمین پر بیٹھا کچھ اونچی آواز میں بڑبڑا رہا تھا۔ مگر وہ اجنبی زبان میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ میں کچھ دیر بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔ پھر ایک عجیب سا منظر میری آنکھوں نے دیکھا۔ اس بوڑھے نے تیزی سے کچھ زمین پر پھینکا اور ایک سفید دھواں تیزی سے ہوا میں بلند ہوا۔ اس دھویں نے ایک ہیولے کی سی شکل اختیار کر لی اور پھر اس ہیولے میں ناک، کان اور آنکھیں نمایاں ہو گئیں۔ اس ہیولے کے بیچ و بیچ کوئی انسانی چہرہ نظر آ رہا تھا۔ یہ منظر بڑا ہی حیرت انگیز تھا۔

اس بوڑھے نے اپنی زبان میں اس ہیولے سے کچھ باتیں کیں اور ایک بار پھر کچھ اسی طرح زمین پر پھینکا تو وہ ہیولہ ہوا میں تحلیل ہو گیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ اٹھ کر اندر آ گیا۔ مجھے ہوش میں دیکھ کر وہ

میرے پاس آ گیا۔ پھر اس نے مجھے سہارے سے اٹھا کر بیٹھا دیا۔
اس بار مجھے اٹھنے سے تکلیف نہیں ہوئی تھی۔ پھر اس نے ایک پیالے
میں کوئی عجیب سا مائع مجھے پینے کے لیے دیا۔ میں نے آہستہ آہستہ
چھوٹے چھوٹے گھونٹوں میں اسے پینا شروع کر دیا۔ وہ عجیب سا پانی
تھا مگر اسے پینے کے کچھ لمحوں کے بعد ہی مجھا اپنے جسم میں نئی توانائی کا
احساس ہوا۔ میں نے ممنوعیت سے اس بوڑھے کی طرف دیکھا۔
بوڑھے کا چہرہ سپاٹ تھا۔ اس میں خلوص یا ہمدردی نام کی کوئی چیز نہیں
تھی۔ اس سے مجھے حیرت تو ہوئی مگر یہ سوچ کر میں نے اسے نظر
انداز کر دیا کہ کچھ لوگوں کے چہرے ان کے جذبات کی درست
ترجمانی نہیں کر رہے ہوتے۔
میں وہاں اس جھونپڑی میں تقریباً دس دنوں تک اسی طرح رہا۔ وہ
بوڑھا روزانہ صبح کو میرے جسم پر وہ لیپ کرتا اور پھر انہی عجیب سے

پتوں سے میرا جسم ڈھک دیتا۔ تاہم میں نے محسوس کیا کہ وہ بوڑھا بہت ہی عجیب و غریب مشغال میں مصروف رہتا تھا۔ کبھی اسی جیوے سے باتیں کرتا رہتا اور کبھی کچھ دیر کے لیے باہر جنگل میں چلا جاتا۔

ایک بار بارش ہوئی تو اس جھونپڑی کی چھت ٹپکنے لگی۔ اس بوڑھے نے پتہ نہیں کیا عمل کیا کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی شخص چھت پر چڑھ گیا ہو اور اس نے باقاعدہ اس حصے کی مرمت کی جہاں سے چھت ٹپک رہی تھی۔ ایسی ہی کچھ اور بھی عجیب و غریب حرکتیں میں نے اس سے سرزد ہوتی دیکھیں۔ دس دن کے بعد اس نے لیپ کرنا بند کر دیا اور مجھے آزادی سے چلنے پھرنے کو کہا۔ تاہم اب اس نے ایک پتوں سے بنا لباس مجھے اوڑھنے کو دے دیا۔ میں حیران تھا کہ ان دس دنوں میں میرا مکمل طور پر جلا ہوا جسم بہت تیزی سے واپس بحالی کی طرف جا رہا تھا۔

میں نے کچھ چلتے ہوئے جھونپڑی سے باہر قدم رکھا اور پھر کچھ دیر تک چہل قدمی کرتا رہا۔ اسی شام میں نے اپنی روحانی مشق کی اور مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ میری روح میرے جسم کی نسبت تر و تازہ اور صحت مند تھی۔ پھر دوسرے دن میں نے اس بوڑھے سے اشاروں کی زبان میں بات کرنے کی کوشش کی۔ ویسے تو وہ ساری باتیں سمجھتا تھا اور مجھے جواب بھی دے رہا تھا مگر جب بھی میں نے اس کا شکریہ ادا کرنے کی کوشش کی کہ اس نے میری جان بچائی تو وہ ایسا بن گیا جیسے اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا ہو۔ میں نے ایک بار یہ بھی پوچھا کہ اس نے میری جان کیوں بچائی مگر اسے بھی وہ سنی ان سنی کر گیا۔

بہرحال میں نے اس سے جانے کی اجازت مانگی تو اس نے بڑے سخت سے انداز میں مجھے وہیں رہنے کو کہا۔ مجھے لگا کہ وہ جنگل میں رہ کر خود بھی جنگلی بن گیا ہے اس لیے بجائے محبت سے مجھے اپنے پاس

روکنے کے وہ سختی سے ایسا کہہ رہا ہے۔ یہ سوچ کر میں نے اس کے اس انداز کو بھی نظر انداز کیا۔

اسی دن شام کو میں اکتاہٹ سے مجبور ہو کر آیان کو بلانے کا فیصلہ کیا۔ کوئی تو ہونا چاہیے تھا جس سے میں کچھ بات کر سکتا۔ سورہ جن مجھے حفظ ہو چکی تھی اس لیے میں نے وضو کیا اور اسے پڑھ کر آیان کو آوازیں دیں۔ تیسرے آواز پر وہ حاضر ہو گیا۔

"جی آقا!۔۔آپ نے مجھے یاد کیا۔" آیان نے غور سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں آیان!۔۔۔بس خاموش رہ رہ کر اکتا سا گیا تھا۔" میں نے بدستور اکتاہٹ سے کہا اور پھر اسے اپنے پر بیتنے والی کہانی سنا دی۔

"آقا!۔۔۔میں نے تو آپ کو خبردار کیا تھا۔" آیان نے مجھے یاد دلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔" میں نے افسردہ لہجے میں کہا۔ "غلطی میری ہی ہے میں نے کچھ جلد بازی سے کام لیا۔"

"اب کیا ارادہ ہے آقا" آیان نے پوچھا۔

"کچھ نہیں سوچا ابھی۔۔۔ فی الحال میں کسی طرح اس بوڑھے کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے ہی میری جان بچائی ہے۔" میں نے ممنونیت سے بھرے لہجے میں کہا۔

"آقا یہ بوڑھا کون ہے؟" آیان نے کچھ حیرت سے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ یہ شاید نیپالی زبان بولتا ہے جو میری سمجھ میں نہیں آتی۔" میں نے بے چارگی سے کہا۔

ابھی ہم باتیں کر ہی رہے تھے کہ اچانک وہ بوڑھا آ گیا اور یہ دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ اس نے ایک دم آیان کی طرف دیکھا۔ یعنی اسے آیان کی موجودگی کا علم ہو گیا تھا جبکہ جن عام آدمیوں کو نظر نہیں

آتے۔ پھر اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا۔ اچانک ہی آیان نے مودبانہ لہجے میں اس بوڑھے سے کہا۔

"حضور آپ!۔۔۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس ویرانے میں آپ سے ملاقات ہو جائے گی۔ ہم نے تو ہمیشہ آپ کو محل میں ہی دیکھا ہے۔"

میں آیان کے لہجے اور انداز پر بڑا حیران ہوا اور پھر دوسرا حیرت کا جھٹکا مجھے اس وقت لگا جب اس بوڑھے نے بھی اردو زبان میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔"

یہ میرے لیے بڑی حیرت کی بات تھی کیونکہ اتنے دنوں سے ہم ساتھ رہ رہے تھے مگر اس نے ہمیشہ مجھ سے اشاروں میں بات کی اور میں بھی یہ سمجھتا رہا کہ شاید وہ کوئی اجنبی زبان سمجھتا ہے۔

"حضور!۔۔۔یہ سلیمان صاحب کسی دور میں میرے آقا رہے ہیں۔ بس کبھی کبھی یہ مجھے یاد کر لیتے ہیں تو ان سے دو باتیں کرنے آ جاتا ہوں۔" آیان نے اسی طرح مودبانہ لہجے میں کہا۔

اس سے پہلے کہ وہ بوڑھا کچھ بولتا۔میں جلدی سے بول پڑا۔

"آیان!۔۔۔یہ سب کیا ہے۔اور آپ بوڑھے میاں!۔۔۔پہلے تو آپ مجھ سے اشاروں میں بات کر رہے تھے یہ اچانک آپ ہماری زبان کیسے بولنے لگے۔" میں نے حیرت کی شدت سے کہا۔

"ہم سب زبانیں بول لیتے ہیں مگر اسی وقت جب ضرورت ہو۔" اس بوڑھے نے بدستور سخت لہجے میں کہا۔

"آقا!۔۔۔یہ مادھولال سرکار ہیں۔مشرقی سولومن کے صوبیدار" آیان نے تعارف کرواتے ہوئے مجھے حیرت کا ایک جھٹکا دیا۔

"بس بس!۔۔۔اب تم جا سکتے ہو۔" مادھولال نے جلدی سے کہا۔

شاید اسے آیان کا تعارف کروانا پسند نہیں آیا تھا۔

"جو حکم سرکار!" آیان نے کہا اور پھر بغیر مجھ سے اجازت لیے وہ وہاں سے چلا گیا اور میں حیرت کا بت بنا اس بوڑھے کو تکے جا رہا تھا۔ کچھ دیر خاموشی کے بعد میں نے ہی سلسلہ کلام دوبارہ شروع کیا۔

"میں تو آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا مگر آپ نے موقع ہی نہیں دیا۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس میں کیا مصلحت تھی؟" میں بدستور حیرت زدہ تھا۔

"کبھی کبھی زیادہ جان لینا خطرناک ہوتا ہے اور یہ بات یہاں پر بالکل درست ثابت ہوتی ہے۔" مادھو لال نے اسی طرح سخت لہجے میں کہا۔ "تمہاری اطلاع کے لیے صرف اتنا بتا دیتا ہوں کہ تم اس وقت طالش سرکار کی قید میں ہو اور مجھے تمہارا نگران بنایا گیا ہے۔"

میرے سر پر حیرت کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے

بعد میں پھر گویا ہوا۔

"مجھے سخت حیرت ہے کہ اگر میں قید میں ہی ہوں تو مجھے مرنے سے بچایا کیوں گیا؟ میں نے اس جنگل میں گھس کر قانون شکنی کی تھی اس کی پاداش میں مجھے جلا دیا گیا۔ پھر تم نے یا پھر طالش سرکار نے مجھے کیوں بچایا؟" میں نے انتہائی الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

مادھو لال کچھ دیر تک خاموشی سے مجھے گھورتا رہا اور پھر ایک دم تیز لہجے میں بولا۔

"بس بس!۔۔۔ میں نے کہہ دیا نہ کہ کوئی اور بات نہیں۔ صبح طالش سرکار کی واپسی ہے۔ وہی تم سے مل کر کوئی فیصلہ کریں گے۔" مادھو لال کا لہجہ حتمی تھا اس لیے میں نے مزید کوئی سوال نہیں کیا تاہم مجھے اب اچھی طرح احساس ہو گیا تھا کہ میں یہاں ایک قیدی ہوں۔ وہ دن بھی کسی نہ کسی طرح گزر گیا اور پھر اگلے دن مادھو لال میرے پاس

آیا۔

"چلو تیار ہو جاؤ!۔۔۔آج تمہاری پیشی ہے طالش سرکار کے ہاں"

اس کا لہجہ حسب معمول سخت ہی تھا۔"اور یہ بھی بتا تا چلوں کہ طالش سرکار غصے کے بہت تیز ہیں اس لیے ان کے سامنے جھوٹ بولنے یا پھر کوئی چالاکی کرنے کی کوشش مت کرنا۔"

میں نے سر جھکا لیا۔ تیار کیا ہونا تھا۔ بس جسم سے وہ پتے اتار کر ایک لباس جو مادھولال ہی لایا تھا اسے پہن لیا۔ اور پھر مادھولال نے جھونپڑی کی ایک دیوار پر کچھ پڑھ کر پھونکا۔ دیوار میں ایک دروازہ نمودار ہوا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور اس دروازے کو کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے اندر داخل ہو گیا۔ اندر داخل ہوتے ہی مجھے ایک جھٹکا لگا۔ ہم ایک بہت ہی عظیم الشان محل کے سامنے کھڑے تھے۔ مادھولال مجھے لیے ہوئے آگے بڑھا۔ محل کے

دروازے پر محافظوں نے جھک کر اسے سلام کیا۔ ایک بار تو میرے دل میں آئی کہ میں یہاں سے بھاگ نکلوں۔ مگر مجھے اندازہ تھا کہ مادھولال مزاحمت کرے گا اور چونکہ میں اس کا ممنون تھا کہ اس نے میری جان بچائی ہے اس لیے میں فی الحال اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ دوسری بات یہ بھی تھی کہ میں خود اب اس راز سے پردہ اٹھانا چاہتا تھا کہ مجھے زندہ کیوں رکھا گیا۔ اور طالش جو کہ میرے سارے خاندان کو قتل کرنے والا ہے۔ وہ مجھ سے ملنا کیوں چاہتا ہے۔

محل میں داخل ہوتے ہی ہم لوگ ایک راہداری میں چل پڑے۔ اس راہداری کے اختتام پر ایک دروازہ تھا جو بند تھا اور اس پر ایک دربان کھڑا تھا۔ مادھولال نے اس دربان کے ہاتھ اپنے آنے کا پیغام اندر بھجوایا۔ تھوڑی ہی دیر میں ہمیں اندر بلا لیا گیا۔

اندر ایک عظیم الشان کمرہ سجا ہوا تھا۔ ایک سائیڈ پر اونچی جگہ پر ایک بڑی کرسی پڑی تھی جس پر ایک بدنما شکل والا جن بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے سے غرور رعونیت ٹپکی پڑ رہی تھی۔

"عظیم طالش سرکار کی خدمت میں بندہ قیدی لیے حاضر ہے۔"

مادھولال نے سر جھکا کر انتہائی مودبانہ انداز میں کہا۔

"ہوں!۔۔۔تو یہ ہے وہ ھادی"۔ طالش جن نے انتہائی برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ "یہ تو بہت ہی بودا نکلا۔ وہ شوالہ تو ایسے ڈر رہا تھا جیسے یہ کوئی توپ چیز ہو۔"

"عظیم طالش سرکار کے سامنے تو توپ چیزیں بھی تنکے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔" مادھولال نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

"طالش کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ مجھے جلنے سے کیوں بچایا گیا۔ مجھے علم ہے کہ تم نے میرے سارے خاندان کو قتل کیا اور میری بھی جان

کے پیچھے ہو۔ مگر مجھے سمجھ نہیں آئی کہ تم لوگوں نے میری جان کیوں بچائی؟" میں نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہم کیڑوں مکوڑوں سے بات نہیں کیا کرتے۔" طالش جن نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ "مادھولال اس کو تخت پر لے چلو"

"جو حکم سرکار!" مادھولال نے مجھے ایک طرف کو کھینچتے ہوئے کہا۔ مگر اب میری ہمت جواب دے گئی تھی۔ میں نے ارتکاز توجہ سے مادھو لال کو اٹھا کر دور پٹخ دیا اور پھر اپنی مکمل یکسوئی سے طالش جن کو دیکھتے ہوئے وہ ورد شروع کر دیا جس سے جنوں کے جسم کو آگ لگ جاتی ہے۔ یہ وہ جن تھا جس نے میرے والدین کو میری ہوش سے پہلے ہی قتل کروا کر مجھے لاوارث کر دیا۔ طالش جن جو کسی قدر حیرت سے مادھولال کو دور گرتے دیکھ رہا تھا، ایک لمحے کے لیے اس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھرے۔ اس نے گھور کر میری طرف دیکھا

شاید اسے جلنے والی تکلیف کا سامنا تھا اور پھر اس نے منہ ہی منہ میں

کچھ پڑھا۔ دوسرا لمحہ میرے پر بہت بھاری تھا۔ مجھے ایسا لگا جیسے

میرے سارے جسم میں آتش فشان بھر گیا ہو۔ میرے جسم کا ذرہ ذرہ

آگ اگل رہا تھا اور جلتے ہوئے بھی میرے حلق سے چیخیں نکل

رہی تھیں۔ اتنے میں مادھولال اٹھ کھڑا ہوا اور پھر اس نے مجھے گھور کر

دیکھا اور میرا جسم ہوا میں اٹھتا چلا گیا۔ یقیناً وہ بھی ارتکاز توجہ کا ماہر

تھا۔ پھر وہ مجھے لیے ہوئے دوسرے کمرے میں داخل ہوا جہاں پر

ایک لکڑی کا تخت پڑا تھا۔ اس نے مجھے اس تخت پر لٹا دیا۔ جیسے ہی میرا

جسم اس تخت سے مس ہوا ایک دن اس تخت کے دونوں اطراف سے

چمڑے کے بیلٹ میرے سارے جسم کے گرد کستے چلے گئے۔ میں

حیرت سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا کہ اچانک اس تخت کا نچلہ حصہ جو

میری کمر کے نیچے تھا تیز اور نوکیلے کیلوں میں تبدیل ہو گیا جو میرے

جسم میں تیزی سے گھس گئے۔ میرے حلق سے بے اختیار چیخیں نکلنی تیز ہوگئی۔ طالش جن کے عمل سے تو میرا رواں رواں پہلے ہی آگ بنا ہوا تھا مگر اب ان نوکیلے کیلوں نے رہی سہی کسر بھی پوری کردی۔ میں نے دیکھا کہ میرے جسم سے خون تیزی سے نکل رہا تھا۔ مجھے اور تو کچھ نہیں سوجھا اپنے آخری داؤ کے طور پر میں اونچی آواز میں آیت کریمہ تلاوت کرنا شروع کردی۔ آیت کریمہ کی تلاوت کی برکت سے طالش جن کے دیے ہوئے عذاب سے تو جان چھوٹ گئی مگر یہ نوکیلے کیل مسلسل میرے جسم میں پیوست تھی اور خون بہت تیزی سے نکل رہا تھا۔ اب میں نے غور کیا کہ وہ خون مختلف راستوں سے ہوتا ہوا دور زمین پر پڑے ایک بت کے سر پر گر رہا تھا۔ ابھی میں اسے دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک تیز روشنی کا چھنا کہ ہوا اور میں نے عظیم شوالہ کی روح کو دیکھا۔ عظیم شوالہ کے ہاتھ میں ایک لمبی سی چھڑی تھی۔ اس

نے وہ چھڑی زور سے مادھولال کی طرف جھٹکی اور مادھولال کا جسم کئی
ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ پھر انہوں نے اسی انداز میں چھڑی کو جھٹکا دیا
اور میرے نیچے موجود تخت درمیان سے ٹوٹ گیا۔ میں بدستور بندھا
ہوا تھا مگر اس کے ٹوٹتے ہی نوکیلے کیل غائب ہو گئے اور چمڑے کے
بیلٹ خود بخود کھل گئے۔ بیلٹ کھلتے ہی میں ایک جھٹکے سے نیچے گر پڑا
عظیم شوالے نے میرے قریب آ کر منہ ہی منہ میں کچھ پڑھا اور ایک دم
میرے اردگرد کا منظر تبدیل ہو گیا۔ اب میں ایک بند کمرے میں تھا
جس میں ایک چارپائی پڑی ہوئی تھی۔ عظیم شوالے نے جلدی سے ایک
تعویز میری طرف اچھالا۔

"اسے باندھ لو اور کبھی اپنے سے جدا مت کرنا۔ خدا تمہیں ان
ظالموں سے محفوظ رکھے گا۔" ان کے لہجے میں فکر مندی نمایاں تھی۔
اس تعویز کو دیکھتے ہی مجھے یاد آیا کہ ایسا ہی تعویز میرے پاس پہلے بھی

تھا مگر وہ آگ میں جلنے کی وجہ سے ضائع ہو گیا تھا۔ میں نے جلدی سے وہ تعویز اپنے گلے میں لٹکا لیا۔

اسی لمحے اس کمرے کا اکلوتا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان لڑکی اندر داخل ہوئی۔

"ثانی بیٹا!۔۔۔یہ سلیمان ہے اور اب یہ تمہارے حوالے۔" عظیم شوالہ نے جلدی سے کہا اور پھر تیزی سے ہوا میں بلند ہو کر تحلیل ہو گئے۔

یہ سب کچھ چشم زدن میں ہو گیا تھا۔ میں ابھی حالات کو سمجھنے کی کوشش ہی کر رہا تھا کہ مجھے تیز چکر آیا اور میں لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا تھا۔

میری صحت پہلے بھی اچھی نہ تھی اوپر سے بہت سارا خون بھی نکل چکا تھا۔ نقاہت سے برا حال تھا۔ اس لڑکی نے، جسے عظیم شوالہ نے ثانی کے نام سے پکارا، مجھے اپنی ارتکاز توجہ سے اٹھایا اور بستر پر لیٹا دیا۔

پھر وہ باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں جوس کا ایک گلاس تھا۔ جوس کا گلاس اس نے میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے چھوٹے چھوٹے گھونٹوں میں وہ گلاس ختم کیا تو جیسے جسم میں توانائی لوٹ آئی۔

"میں آپ کے حالات سے واقف ہوں اس لیے مجھے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ آرام کریں اور کسی چیز کی بھی ضرورت ہو مجھے آواز دے دیجیے گا۔ میرا نام ثانیہ ہے۔ میں ابھی آپ کے لیے کھانے کا انتظام کرتی ہوں۔" ثانی نے کہا اور مڑ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔

میں ابھی بھی نقاہت محسوس کر رہا تھا۔ میری کمر پر زخم بھی ٹیسیں دے رہے تھے۔ اس لیے آنکھیں بند کیے لیٹا رہا اور اپنے حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ میں جو اپنے آپ کو بہت بڑی روحانی قوت سمجھ بیٹھا تھا طاقش

جن کے سامنے ایک بچے کی مانند تھا۔ اس نے کتنی آسانی سے مجھے
شکست دے دی تھی۔ واقعی وہ بہت ہی زبردست قوت والا جن تھا
اگر عظیم شوالا عین موقع پر پہنچ کر مجھے بچا نہ لیتے تو یقیناً آج میری
زندگی کا آخری دن ہوتا۔ مگر یہ بات مجھے ابھی بھی الجھن میں ڈال
رہی تھی کہ آخر مادھولال اور طالش جن نے مجھے جلنے کے بعد بچایا
کیوں۔ اگر مارنا ہی مقصود تھا تو وہ مجھے آسانی سے اس حالت میں مار
سکتے تھے۔ اور نہیں تو وہ مجھے ویسا ہی جلا ہوا بے ہوش چھوڑ دیتے تو یقیناً
کچھ گھنٹوں کے بعد میری موت یقینی تھی۔ میں انہی سوچوں میں گم تھا
کہ ثانی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ میں نے پہلی بار اسے بھرپور
نظروں سے دیکھا اور مجھے اندازہ ہوا کہ وہ بہت خوبصورت لڑکی تھی۔
”مجھے معلوم ہے کہ آپ کے زخم ابھی ہرے ہیں لیکن پھر بھی آپ پہلے
یہ کھانا کھالیں پھر میں ان زخموں پر مرہم لگا دوں گی۔ پیٹ میں کچھ

جائے گا تو آپ کا جسم زیادہ بہتر زخموں کے خلاف مزاحمت کر سکے گا۔" ثانی نے کھانا میرے آگے ایک میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ میں آہستہ سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور آہستہ آہستہ کھانا کھانے لگا۔ ثانی مجھے بغور دیکھ رہی تھی۔

"آپ نہیں کھائیں گیں؟" میں نے مروتاً پوچھا۔

"نہیں میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی کھانا کھایا ہے۔ اور آپ بھی کوئی تکلف نہ کیجیے۔ آپ زخمی ہیں اس لیے اس کھانے کا دوا سمجھ کر کھا جائیں۔" اس بار ثانی کے لہجے میں شوخی تھی۔

میں نے خاموشی سے کھانا کھایا۔ اور پھر لیٹنے لگا تو ثانی نے کہا۔

"لائیں میں آپ کی کمر پر مرہم لگا دوں۔ اس سے زخم جلدی بھر جائیں گے۔" ثانی نے مجھے لیٹتے دیکھ کر کہا۔

"آپ زحمت نہ کریں میں خود ہی لگا لوں گا۔" میں نے جھجکتے ہوئے

کہا کیونکہ وہ بہر حال لڑکی تھی۔

"او ہو!۔۔۔کوئی تکلف نہیں۔میں نے ایسا شخص اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا جو اپنی کمر پر نہاتے ہوئی صابن ہی لگا لے تو آپ مرہم کیا لگائے گے؟" اس کے لہجے میں وہی شوخی تھی۔ مجھے اندازہ ہوا کہ وہ کافی شوخ اور چنچل واقع ہوئی تھی۔اب مزید تردد کرنا مناسب نہیں تھا کیونکہ مجھے زخموں میں ٹیسیں اٹھتی محسوس ہو رہی تھیں اور ان سے نجات اس مرہم سے ہی ممکن ہو سکتی تھی۔

میں نے ثانی کی طرف پیٹھ کی اور پھر اپنی قمیض جو کافی پھٹ گئی تھی کمر سے اٹھالی۔ثانی نے مرہم لگانا شروع کر دیا۔حالانکہ میری حالت ایسی نہ تھی کی اس سچویشن میں کچھ ایسا ویسا سوچتا مگر بہت عجیب سے احساسات کا تجربہ ہو رہا تھا جب بھی اس کا ہاتھ میرے جسم کو چھوتا تھا۔کچھ دیر میں اس نے تمام زخموں پر مرہم لگا دیا۔پھر مجھے آرام

کرنے کے کہہ کر چلی گئی۔

بستر پر لیٹتے ہوئے میں کچھ سوچ رہا تھا مگر پتہ نہیں کہاں سے تیز نیند کا جھونکا آیا اور مجھے سلا گیا۔ میں کافی دیر تک سوتا رہا اور پھر جب اٹھا تو کمرے میں زیرو پاور کا بلب آن تھا۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کمرے کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ ایک طرف کھڑکی تھی جو پہلے کھلی تھی مگر اب بند تھی۔ باہر یقیناً اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ گھڑی پر وقت دیکھا تو اندازہ ہوا کہ رات کے تین بجے ہوئے تھے۔ شاید میں دوپہر سے اب تک سوتا رہا تھا اس لیے اب نیند پوری ہونے پر آنکھ کھل گئی تھی۔ میں اب نقاہت محسوس نہیں کر رہا تھا۔ کچھ دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد میں نے چند قدم چلنے کا فیصلہ کیا۔ تاہم جیسے ہی میں اٹھ کر کھڑا ہوا ایک دم چکر سا آیا۔ مگر میں ہمت کر کے کھڑا رہا۔ کچھ دیر بعد میں نے چند قدم چل کر دیکھا۔ اب چکر نہیں آ رہا تھا۔ چند منٹ تک میں چہل قدمی کرتا رہا

اور پھر بستر پر آ کر بیٹھ گیا۔ کچھ سوچ کر میں آنکھیں بند کیں تا کہ اپنی
روحانی آنکھوں سے اس گھر کا جائزہ لے سکوں مگر جیسے ہی میں نے
ارتکاز توجہ کی کوشش کی ذہن بہت بری طرح چکرایا اور ساتھ ہی سر
میں تیز درد شروع ہو گیا۔ تکلیف کی وجہ سے میں نہ چاہتے ہوئے بھی
بستر پر لیٹ گیا۔ کافی دیر تک میں لیٹا رہا مگر سر درد ختم نہیں ہوا۔ پھر
کچھ دیر تک یونہی بے حس و حرکت لیٹے رہنے سے مجھے ایک بار پھر
غنودگی کا احساس ہوا اور پھر مجھے نیند آ گئی۔

دوبارہ تیز روشنی کے آنکھوں پر پڑنے کی وجہ سے آنکھ کھولی۔ دیکھا کہ
ثانی کھڑکی کھول رہی تھی اور سورج چڑھ آیا تھا۔

"گڈ مارننگ!۔۔۔ سلیمان صاحب" ثانی نے اپنے مخصوص شوخ
لہجے میں کہا۔

"اسلام وعلیکم!" بے اختیار میرے منہ سے نکل گیا کیونکہ اماں اکثر

مجھے کہا کرتی تھیں کہ صبح کو اٹھ کر جب سب سے ملوں تو پہلے سلام کرو۔ اس سے سارے دن کے کاموں میں برکت ہوتی ہے۔ لیکن میرے اس طرح سلام کرنے سے ثانی شرمندہ سی ہو گئی۔

"وعلیکم اسلام!۔۔۔سوری مجھے یوں انگریزوں کی طرح گڈ مارننگ نہیں کہنا چاہیے تھا۔ آخر ہم مسلمان ہیں۔" ثانی واقعی شرمندہ تھی۔

"کوئی بات نہیں۔ میں نے تو یونہی سلام کر دیا تھا۔ دراصل میری والدہ نے مجھے سکھایا ہے کہ صبح اٹھ کر سب سے پہلے جو بھی ملے اسے سلام کرو۔" میں نے صاف لہجے میں اصل بات بتاتے ہوئے کہا۔

"آپ کی والدہ نے بہت اچھی تربیت دی ہے۔" ثانی نے تعریفانہ انداز میں کہا اور میں اماں کے تذکرے پر افسردہ ہو گیا۔

"اچھا یہ بتائیں کہ اب آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں؟" ثانی نے مجھے افسردہ دیکھ کر موضوع تبدیل کرتے ہوئے کہا۔

''بہت بہتر۔ آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے میرا بہت خیال رکھا اور آپ کے لگائے ہوئے مرہم نے بھی خوب کام کیا۔'' میں نے ممنوعانہ انداز میں کہا۔

''چلیں یہ تو بہت اچھی بات ہے۔'' ثانی نے پھر اپنے مخصوص شوخی بھرے لہجے میں کہا اور پھر اچانک سنجیدہ ہوتی ہوئی بولی۔ ''آپ باہر آئیں گے تو دائیں جانب والا دروازہ واش روم کا ہے۔ آپ فریش ہو جائیں جب تک میں ناشتہ لگاتی ہوں۔'' اس نے جلدی سے کہا اور اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا وہ باہر نکل گئی۔

میں خاموشی سے اٹھ کر اس کے پیچھے ہی کمرے سے باہر آگیا۔ یہ ایک کشادہ سا لاؤنج تھا سامنے شاید کچن تھا کیونکہ ثانی اندر داخل ہو رہی تھی۔ سائیڈ پر کھانے کا ٹیبل پڑا تھا اور بائیں جانب پہلا دروازہ واش روم کا اور دوسرا شاید کسی کمرے کا تھا۔

فریش ہونے کے بعد جب میں باہر نکلا تو دیکھا کہ ثانی نے ٹیبل پر ناشتہ لگا دیا تھا اور بیٹھی شاید میرا ہی انتظار کر رہی تھی۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

"آپ یہاں اکیلی ہی رہتی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"جی نہیں!۔۔۔میری رہائش تو شہر میں ہے میں ادھر دادا جان کی خواہش پر آئی ہوں تا کہ آپ کی میزبانی ہو سکے۔" ثانی نے کہا اور پھر آملیٹ کی پلیٹ میرے سامنے رکھ دی۔

"آپ کے دادا جان؟" میں نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"عظیم شوالہ میرے دادا جان ہیں۔" ثانی نے مجھے بتایا۔ "وہ اکثر مجھے ملنے آ جاتے ہیں۔ میں اپنی دادی کی ساتھ بنگلور شہر میں ہی رہتی ہوں۔ بس آج صبح وہ مجھے ملنے آئے اور بولے کہ میں اس گھر میں جو

ہماری ہی ملکیت ہے ان کا انتظار کروں۔ آپکے بارے میں بھی انہوں نے مختصر بتایا تھا ویسے میں پہلے بھی آپ کے بارے میں سنا ہوا تھا اس لیے ملنے کی حسرت بھی تھی سو چلی آئی۔"

"میرے بارے میں کہاں سے سنا ہوا تھا" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"سولومن میں اخبارات اسی طرح چھپتے ہیں جیسے کہ ہماری اس انسانی دنیا میں اور صرف سولومن کے باسی ہی اسے دیکھ اور پڑھ سکتے ہیں۔ میں بھی چونکہ سولومن کی شہری ہوں اس لیے میں نے بھی پڑھا ہے اور پچھلے دنوں سب سے بڑی خبر مشرقی سولومن کے نائب صوبیدار گوپی کشن کا ایک نوجوان جادوگر کے ہاتھوں قتل تھی۔ یہ بھی بتایا گیا تھا کہ کچھ لوگ آپ کو ھادی بھی سمجھ رہے ہیں جو کہ غلط ہے۔" ثانی نے بتایا آخر میں اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

"حیرت ہے۔ مجھے اس کا احساس ہی نہیں ہوا کہ میں اتنا مشہور ہو گیا ہوں۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے دادا جی نے بتایا تھا کہ آپ کے پاس حفاظتی تعویز ہے اس لیے اب سرکاری کارندے آپ تک نہیں پہنچ سکتے۔ آپ یہاں پر ہی آرام سے رہیں جب تک کہ آپ مکمل صحت یاب نہیں ہو جاتے۔ مجھے تو جانا ہو گا مگر آپ کو کچن میں ہر قسم کی چیز مل جائے گی اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کچھ خاص قوتوں کے بھی مالک ہیں اس لیے روزمرہ کی زندگی کی کوئی بھی چیز حاصل کرنا آپ کے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہو گی۔" ثانی نے اپنے مخصوص انداز میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"میں ایک بار پھر آپکا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا۔۔۔" میں نے ابھی کہنا ہی شروع کیا تھا کہ اس نے مجھے ٹوک دیا۔

"اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے اپنا فرض پورا کیا۔ تاہم

اب مجھے چلنا ہوگا۔ میں کل کو پھر کسی وقت آؤں گی۔" یہ کہہ کر وہ جانے کے لیے اٹھ گئی۔

ثانی کے جانے کے بعد میں نے گھر کا جائزہ لیا۔ یہ ایک چھوٹا سا خوبصورت سا گھر تھا جہاں دو کمرے، ایک کچن، ایک واش روم اور لاؤنج تھا۔ میں باہر نکلا تو دیکھا کہ یہ ایک ویران سا علاقہ تھا جہاں دور دور کہیں کہیں کوئی مکان نظر آتا تھا۔ ہر طرف لہلہاتے کھیت ہی کھیت تھے شاید یہ کھیتی باڑی کا علاقہ تھا۔

میں اس جگہ تقریباً ایک ماہ تک رہا۔ ثانی تقریباً روزانہ کچھ دیر کے لیے ملنے آجاتی تھی۔ وہ بہت اچھی لڑکی تھی اور میرے دل میں گھر کرتی جا رہی تھی مگر میں احسان فراموش نہیں تھا اس لیے میرے دل کی بات دل ہی میں رہی۔ اس دوران جہاں میں نے اپنی صحت بہتر بنانے پر توجہ دی وہی مجھے سلطنت سولومن کے بارے میں بھی بہت

سے نئی باتوں کا علم ہوا جیسے کہ اب میں روزانہ صبح ناشتے پر سولومن میں
شائع ہونے والے اخبارات کا مطالعہ کرتا تھا۔ وہ اخبارات بھی عجیب
ہوتے تھے۔ ایک پرندہ اڑتا ہوا آتا تھا اور اخبار پھینک کر چلا جاتا تھا۔
بالکل سفید اور خالی کاغذ کے ٹکڑے۔ میں اسے اٹھا کر ایک مخصوص کوڈ
بولتا تھا جسے ثانی نے بتایا تھا اور اس اخبار پر عبارت نمایاں ہو جاتی۔
بقول ثانی کہ ہمارے علاوہ کوئی عام آدمی اس پڑھ نہیں سکتا تھا۔ ان
خبروں سے مجھے سلطنت سولومن کے حالات کا اندازہ ہوا۔ سلطنت
سولومن کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ شمالی، مشرقی، مغربی اور جنوبی
سولومن۔ ہر حصہ ایک خودمختار ریاست تھا۔ ہر ریاست کا صدر یا
سربراہ صوبیدار کہلاتا تھا۔ ہر صوبیدار کے ماتحت چار چار نائب
صوبیدار ہوتے تھے۔ یہ چاروں مختلف امور میں حکومت چلاتے تھے
اور صوبیدار کو ہی جوابدہ ہوتے تھے۔ یہ سسٹم ہمارے ہاں کے وزرا کی

ہی طرح تھا۔ ایک نائب صوبیدار رہائش سے متعلقہ امور کا نگران تھا
تو دوسرا معاشیات اور تجارتی امور کا۔ تیسرا تعلقات عامہ کو سنبھالتا تھا
تو چوتھا قانون نافذ کرنے والا محکمہ۔ گوپی کشن قانون نافذ کرنے
والے محکمے کا انچارج تھا۔ پاکستان، افغانستان اور ایران مشرقی
سولومن کی حدود میں آتے تھے۔ سولومن کے باسیوں کی تعداد
سنتالیس کروڑ بتائی جاتی تھی۔ جس میں سے تقریباً آدھے یعنی
چوبیس کروڑ صرف مشرقی سولون میں ہی آباد تھے۔ ان سنتالیس کروڑ
میں تقریباً ستر فیصد جنات تھے، دس فیصد انسان اور باقی بیس فیصد
دیگر مخلوقات۔

جنات کا سب سے بڑا لیڈر طالوت جن تھا جسے ژبام شہنشاہ نے سنگ
مور کی جیل میں بھجوا دیا تھا۔ جنات اس کے بغیر چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں
کی صورت میں تھے جو اکثر آپس میں لڑتی جھگڑتی رہتی تھیں۔ یہی

باہم اختلافات شہنشاہ کے راج کو طول دینے کا باعث تھے۔

ایک دن ثانی مجھے اپنے استاد سے ملانے شہر لے گئی۔اس کے استاد محترم شہاب الدین صاحب بہت بڑے عالم اور نیک الفطرت انسان تھے۔انہوں نے مجھے ملتے ہی کہا۔

"آؤ سلیمان بیٹا!۔۔۔مجھے ثانی نے تمہارے بارے میں بتایا تھا۔ اب تمہاری صحت کیسی ہے؟" ان کے لہجے میں بڑی اپنائیت تھی۔

"جی میں اب اللہ کے فضل و کرم سے مکمل صحت یاب ہو چکا ہوں۔" میں نے احترام سے جواب دیا۔

"بہت خوب۔بیٹا مجھے تمہارے حالات کا کچھ کچھ علم ہے۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالٰی تمہیں صبر اور استقامت عطا فرمائے تا کہ تم اپنے اصل مقام پر پہنچ سکو۔" شہاب الدین صاحب نے دعا کرتے ہوئے کہا۔

ابھی میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اچانک ایک آدمی شہاب الدین صاحب کے پاس دوڑتا ہوا آیا۔

''سرکار سرکار۔۔۔وہ حسن کو پھر دورہ پڑا ہے۔آپ جلدی چلیں۔''

اس آدمی کے لہجے میں بڑا کرب تھا۔

''اوہ۔۔۔اچھا چلو میں چلتا ہوں۔'' شہاب الدین صاحب نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر مجھ سے معذرت کر کے اٹھ کھڑے ہوئے۔

میں اور ثانی بھی اٹھ کر باہر آ گئے۔ثانی مجھے اپنی گاڑی میں بنگلور شہر دکھاتی رہی۔بلاشبہ میں انڈیا میں تھا مگر یہاں پھرتے ہوئے مجھے قطعی محسوس نہیں ہوا کہ میں کراچی سے باہر ہوں اور پھر شام ہونے سے پہلے ہی ہم واپس پہنچ گئے مجھے اسی گھر میں ڈراپ کر کے وہ اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئی۔

میں شہاب الدین صاحب کے بارے میں جاننے کا اشتیاق مند تھا

کیونکہ مجھے مزید طاقت حاصل کرنے کے لیے مزید علم سیکھنے تھے اسی سلسلے میں، میں شہاب صاحب سے ملنے گیا تھا مگر ان کے اس طرح جلدی اٹھ جانے سے بات آگے نہ بڑھ سکی۔ گھر پہنچ کر میں اپنے مخصوص کمرے میں آ گیا اور پھر میں روحانی طور پر دوبارہ شہاب الدین صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ وہ مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے۔ نماز پڑھانے کے بعد وہ اپنے حجرے کی طرف چل دیے۔ ان کے چار بچے تھے۔ سب سے بڑی بیٹی اپنے گھر کی ہو چکی تھی اس سے چھوٹی بیٹی کی بھی شادی سر پر تھی۔ اس کے بعد دو بیٹے تھے جو ابھی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ میں ان کے بارے میں معلومات حاصل کر کے واپس آ گیا۔ اگلے دن میں پھر ان کے ساتھ تھا۔ تقریباً دس بجے کے قریب وہ اسی شخص کے ساتھ پھر اس کے گھر گئے۔ مجھے تجسس ہوا کہ دیکھوں کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ وہ شخص شہاب صاحب کو لے کر اپنے گھر

پہنچا۔ وہاں اس کا جوان بیٹا حسن رسیوں میں جکڑا بیٹھا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ حسن کے سر پر جناتی ہیولہ موجود تھا۔ شہاب صاحب کو دیکھ کر وہ بہت جنونی ہو گیا اور ان پر حملہ آور بھی ہوا مگر رسیوں میں جکڑے ہونے کی وجہ سے وہ بے بس تھا۔ شہاب صاحب نے اس کے قریب بیٹھ کر کچھ آیات پڑھ کر اسے دم کیا اور پھر واپسی کے لیے چل پڑے۔ مجھے حیرت تھی کہ وہ حسن کی جان اس جن سے کیوں نہیں چھڑا رہے تھے۔ ابھی میں اسی کشمکش میں ہی تھا کہ مجھے اپنے گرد آہٹ محسوس ہوئی۔ میں نے جلدی سے واپسی کی چھلانگ لگائی اور اپنی جگہ آنکھیں کھول دیں۔ دیکھ کے سامنے پری زاد نامیہ کھڑی غور سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی میرے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔ مجھے مسکراتا دیکھ کر وہ جھینپ سی گئی۔

"سلیمان!۔۔۔ یہ آپ کونسے علم کی مشق کرتے ہیں۔ میں نے ایک

بار پہلے بھی آپ کو اس حالت میں دیکھا تھا مگر کچھ کہہ نہ سکی۔" ثانی نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"بس ایسے ہی خیالات کو اکٹھا کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔" میں نے ٹالتے ہوئے کہا۔

"اچھا جیسے آپ کی مرضی۔" ثانی نے خفا ہوتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں!۔۔۔کوئی خاص بات نہیں ہے آپ تو ایسے ہی برا منا گئی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔"اچھا یہ بتائیں کہ کیا شہاب الدین صاحب سے ملوانے لے چلیں گی؟" میں نے پوچھا،

"ہاں ضرور!۔۔۔کل تو ملاقات ہی ادھوری رہ گئی تھی۔" ثانی نے کہا اور میں جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر بعد ہم لوگ شہاب الدین صاحب کے مدرسے کی طرف جا رہے تھے۔

"کیا شہاب الدین صاحب روحانی علوم جانتے ہیں؟" میں نے

پوچھا۔

"یقیناً!۔۔۔مگر وہ اپنے آپ کو بہت ریزرو رکھتے ہیں۔کبھی کوئی مافوق الفطرت حرکت سرزد ہونے ہی نہیں دیتے۔" ثانی نے جواب دیا۔

"کیا وہ جنات کو بھی قابو کر لیتے ہیں؟" میں نے اگلا سوال کیا۔

"معلوم نہیں۔" ثانی نے مختصر سا جواب دیا۔

کچھ دیر میں ہم شہاب الدین صاحب کے پاس پہنچ گئے۔رسمی کلمات ادا کرنے کے بعد میں نے ان سے جلد ہی مطلب کی بات شروع کر دی۔

"محترم استاد!۔۔۔کیا آپ مجھے روحانی علوم سیکھنے میں کوئی مدد کر سکتے ہیں؟" میں نے پوچھا تو وہ چونک پڑے۔

"کیا سیکھنا چاہتے ہو بیٹا!" انہوں نے پوچھا۔

"میرے مقابلے میں بہت ہی خطرناک طاقتیں ہیں۔ جو بھی آپ سکھا سکیں۔ میں آپ کا مشکور ہونگا۔" میں نے مودبانہ انداز میں کہا۔

"بیٹا!۔۔ ہم لوگ تو اللہ کی عبادت کرنے والے لوگ ہیں۔ ہمیں ان قوتوں سے کیا لینا دینا۔ ہم سے سیکھنا ہے تو قرآن سیکھو یا پھر کوئی شرعی مسئلہ پوچھ لو۔" انہوں نے عاجزی سے کہا۔

"استاد محترم!۔۔۔ ہم اپنی روح کو اتنا طاقتور کیسے بنا سکتے ہیں کہ وہ جادوئی جالے کو توڑ سکے؟" میں نے ایک سوال پوچھا تو شہاب الدین صاحب نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ ثانی بھی مجھے گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"بیٹا!۔۔۔ یقیناً اللہ تعالٰی کے کلام میں بڑی طاقت ہے۔ کوئی نہ کوئی طریقہ تو یقیناً ہوگا مگر میں معذرت چاہتا ہوں کہ اس معاملے میں کوئی

راہنمائی یا مدد نہیں کر سکتا۔" انہوں نے اسی طرح عاجزی سے کہا اور میں سمجھ گیا کہ وہ اس لائن کے بندے ہی نہیں ہیں۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ ان سے اجازت طلب کروں کہ وہی شخص آج پھر آ دھمکا۔

"سرکار!۔۔۔ کچھ وقت مل سکے گا؟" اس نے اس بار کچھ سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں ضرور!۔۔۔ چلو میں دم کر دوں" انہوں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"سرکار!۔۔۔ گستاخی کی معذرت چاہتا ہوں۔ مگر کیا آپ کسی اور عامل کا پتہ بتا سکتے ہیں؟ ہم دیکھ رہے ہیں کہ پچھلے ایک ماہ سے آپ مسلسل دم کر رہے ہیں مگر کوئی افاقہ نہیں ہے۔ اگر آپ ہماری راہنمائی کسی اور عامل کے سلسلے میں کر دیں تو ہم بہت شکر گزار ہونگے۔" اس شخص نے بدستور سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"دیکھو بھئی!۔۔۔ میں اپنی سی کوشش کر رہا ہوں اور اس کا تم سے کوئی

معاوضہ بھی وصول نہیں کر رہا ہوں۔ مجھے اگر کسی اور عامل کا علم ہوتا تو ضرور تم کو پہلے ہی اس طرف روانہ کر چکا ہوتا۔ میری کوشش ہے کہ اللہ تعالی کے کلام پاک سے اس کو شفاء یاب کروں۔ یقیناً کلام پاک میں بہت طاقت ہے مگر اگر تم مطمئن نہیں ہو تو کوئی بات نہیں میں اپنا عمل بند کر دیتا ہوں۔" شہاب الدین صاحب کے لہجے میں خلوص صاف محسوس ہو رہا تھا اور میں نے دیکھا کہ آنے والے کے چہرے سے بھی شرمندگی ظاہر ہو رہی تھی۔

"اگر آپ اجازت دیں تو ایک نظر میں مریض کو دیکھ لوں؟" اچانک میں نے کہا تو شہاب صاحب اور ثانی دونوں نے چونک کر میری طرف دیکھا۔

"بیٹا!۔۔۔ اگر تم کچھ علم رکھتے ہو تو ضرور چلو۔" شہاب الدین صاحب جواب مجھے گہری نظروں سے دیکھ رہے تھے کچھ دیر خاموش

رہنے کے بعد بولے۔ اور پھر ہم سب اس آنے والے آدمی کے ساتھ چل پڑے۔ کچھ دیر کے بعد ہم اس شخص کے گھر پر تھے۔ اب میرے سامنے حسن اسی طرح رسیوں میں جکڑا پڑا تھا۔ شہاب الدین صاحب کو دیکھ کر وہ پھر ان پر حملہ آور ہوا۔ مگر اس بار میں شہاب الدین صاحب کے سامنے آ گیا۔ مجھے ایک دم سامنے دیکھ کر حسن رک گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت تھی۔

''کون ہے تو اور کیوں اس جسم پر قابض ہے؟'' میں نے کڑک دار آواز میں پوچھا۔

حسن نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا اور پھر اونچے اونچے قہقہے لگانے لگا۔ پھر ایک دم سنجیدہ ہو کر بولا۔

''جوان!۔۔۔ بھاگ جا۔ بھاگ جا۔ نہیں تو مارا جائے گا۔'' میں نے صاف طور پر محسوس کیا کہ وہ آواز انسانی نہیں بلکہ جناتی تھی۔

"اچھا۔۔۔تو تم جن ہو۔" میں نے اسی طرح کڑک دار لہجے میں کہا۔"میں تمہیں آخری موقعہ دیتا ہوں کہ اسے چھوڑ دے ورنہ جلا کر بھسم کر دوں گا۔"

حسن پر قابض جن نے گھور کر مجھے دیکھا اور پھر قہقہے لگانے لگا۔ میں نے اس جن پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے اسے جلانے والی آیات کا ورد شروع کر دیا۔ چند لمحوں کے بعد ہی اس جن کی چیخنے چلانے کے آوازوں سے وہ گھر گونج اٹھا۔

"تت۔تت۔تم کون ہو۔" اس جن نے چیختے ہوئے بامشکل پوچھا۔

"جو کوئی بھی ہوں۔۔۔تم چھوڑ رہے ہو یا پھر میں اپنا عمل مکمل کروں تاکہ تم مکمل طور پر جل جاؤ۔" میں نے بدستور کڑک لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے میں اسے چھوڑ رہا ہوں۔ مگر خدا کے لیے اس آگ کو بند

کرو۔" اس جن کے سب کس بل نکل گئے تھے۔

"چل باہر آ پہلے۔" میں نے اصرار کیا۔

اسی لمحے میں نے دیکھا کہ ایک جن حسن کے پاس کھڑا مجھے گھور رہا تھا اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار بہت نمایاں تھے۔ حسن بے ہوش گرا پڑا تھا۔

"کیا نام ہے تیرا" میں نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"سنیان" اس نے تکلیف دہ لہجے میں جواب دیا۔

"دیکھ سنیان!۔۔۔اب کی بار میں تجھے چھوڑ رہا ہوں۔ اگر دوبارہ تو نے اس شخص پر قابض ہونے کی کوشش کی تو پھر تجھے جلنے سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔" میں نے کڑک دار لہجے میں کہا۔ اور پھر دوسری آیات کا ورد کر کے اسے اس تکلیف سے نجات دلائی۔

میں نے دیکھا کہ وہ وہی کھڑا مجھ کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"مجھ سے دشمنی بڑی مہنگی پڑے گی جوان" اس نے اس بار دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

میں نے اس کا جواب دینے کی بجائے اپنی ارتکاز کی توجہ اسے جکڑ لیا۔ اور پھر ایکبار ہوا میں بلند کر کے بہت تیزی سے زمین پر دے مارا۔ وہ دھڑام سے زمین پر گرا۔ اسے اچھی خاصی چوٹ آئی تھی اور اس کے چہرے پر تکلیف اور حیرت سے ملے جلے تاثرات تھے۔

"سفیان!۔۔۔ اتنا سبق بہت ہے یا پھر کچھ مزید کروں" میں نے اسی طرح کڑک دار لہجے میں کہا۔

"مجھے معاف کر دو۔ میں نے تمہاری طاقت کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ اب میں دوبارہ کبھی اس طرف کا رخ نہیں کروں گا۔" اس نے بے بسی سے کہا۔ وہ ابھی تک میری توجہ کی گرفت میں تھا۔ یہ سن کر میں نے اسے آزاد کر دیا اور وہ دم دبا کر بھاگ گیا۔

اس کے جاتے ہی میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو شہاب الدین اور ثانی کو انتہائی حیرت کا شکار پایا۔

"تم یہ سب کیسے جانتے ہو۔" ثانی نے بے اختیار ہوتے ہوئے پوچھا۔

"بس ایک بزرگ کی محبت ہے ورنہ میں کیا چیز۔" میں نے عاجزی سے کہا۔

حسن کا والد بہت خوش تھا اس نے میرا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔ وہاں سے رخصت ہو کر ہم شہاب الدین صاحب کو مدرسے چھوڑ کر واپس گھر آ گئے۔ ثانی مجھے بار بار غور سے دیکھتی تھی مگر بولتی کچھ نہیں تھی۔ گھر پہنچ کر وہ بولی۔

"سلیمان صاحب!۔۔۔ کیا آپ یہ جنات والا علم مجھے سیکھا سکتے ہیں۔" اس کے لہجے میں معصومیت تھی۔ "اس سے پہلے دادا جی نے

مجھے ارتکاز توجہ یعنی یکسوئی حاصل کرنے کا طریقہ بتایا تھا۔ اس سے میں بہت بڑے بڑے کام جو شاید جسمانی طور پر میں نہ کر سکوں کر لیتی ہوں۔ مگر مجھے اور بھی علوم سیکھنے کا شوق ہے جیسے یہ جنات سے لڑنا اور ان کو اپنے قابو میں کرنا۔“

”اس کے لیے سورہ جن کا چلہ کرنا پڑتا ہے۔ مگر یہ کوئی خاص علم نہیں ہے۔ میں خود ایک طالب علم ہوں اور مزید علم سیکھنے کا خواہش مند ہوں تا کہ طاش سرکار سے مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں آ سکوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”جیسے آپ کی مرضی“ ثانی نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اچھا چلو۔۔۔ ناراض مت ہو میں تمہیں سکھاتا ہوں۔“ میں نے اس کے لہجے سے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں اسے سورہ جن کا عمل بتانے لگا۔ یہ چالیس دن کا چلہ تھا۔ وہ اس عمل کی تفصیل بہت

غور سے سن رہی تھی۔

"یہ عمل کر کے میں جس جن کو چاہوں گی اپنا غلام بنا سکوں گی۔" ثانی نے پوچھا۔

"نہیں۔ مگر تمہارے روحانی حواس جاگ جائیں گے۔ تم جنات کو دیکھ سکو گی۔ اس کامیاب عمل کے بعد ایک اور چھوٹا سا عمل ہے جس سے کسی کو غلام بنایا جا سکتا ہے۔" میں نے تفصیل بتاتے ہوئے۔

"اچھا ٹھیک ہے پہلے میں یہ چالیس دن والا عمل کر لوں۔ پھر پوچھوں گی کہ کسی جن کو کیسے غلام بنایا جاتا ہے۔" ثانی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم کو اس کی کیا ضرورت پڑ گئی؟" میں نے بغور اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بس ویسے ہی۔ شاید کہیں ضرورت پڑ جائے۔" ثانی نے سادہ سے

لہجے میں کہا۔ شاید وہ بتانا نہیں چاہتی تھی۔

کچھ دیر اسی طرح کی باتیں کر کے وہ چلی گئی۔ مگر میں سوچ میں پڑ گیا میری توانائی بحال ہو چکی تھی اور میری روحانی صلاحیتیں بھی لوٹ آئی تھیں۔ اس لیے اب میں کچھ ایسے عمل سیکھنے کے لیے بے تاب تھا کہ جن کی مدد سے میں طالش سے ٹکر لیں سکوں۔ مجھے تو ویسے ہی اس سے بڑے حساب چکتا کرنے تھے اوپر سے اس نے میرے ساتھ ایسا سلوک کر کے ایک اور قرض میرے سر ڈال دیا تھا۔ پھر مجھے عظیم شوالہ کا خیال آیا۔ اگر میں ان کی روح کو بلا کر پوچھوں تو وہ مجھے تک کیسے پہنچے ورآخر طالش نے مجھے بچانے کے بعد مارنے کی کوشش کیوں کی۔ یقیناً وہ اس کا جواب دے سکیں گے۔ یہ سوچ کر میں نے ایک کمرے میں رات کو عمل کرنے کے پروگرام بنایا۔

رات کو جب میں نے عمل شروع کیا اور ابھی میں نے تیسری بار ہی

عظیم شوالہ کی روح کو پکارا تھا کہ وہ آ گئی۔

"کیا بات ہے سلیمان" عظیم شوالہ کی روح نے پوچھا۔

"میں تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں مگر کچھ سوالات ایسے ہیں کہ مجھے آپ کے علاوہ کوئی نظر نہیں آتا جو جواب دے سکے اس لیے میں نے آپ کو بلانے کی تکلیف دی۔" میں نے ڈرتے ہوئے کہا کیونکہ پچھلی بار جب میں نے انہیں بلایا تھا تو وہ کچھ خفا لگ رہے تھے۔ جیسے انہیں میرا بلانا اچھا نہ لگا ہو۔

"ہاں بولو۔ میں کوشش کروں گا کہ جتنا جانتا ہوں۔ وہ بتا سکوں" عظیم شوالہ کی روح نے کہا۔

"طالش جن نے مجھے جلنے کے بعد کیوں بچایا۔ اور اگر مادھولال کی مدد سے بچا ہی لیا تھا تو پھر مارنے کے لیے اس جادوئی تخت کے حوالے کیوں کیا؟" میں نے فوراً سوال کر دیا۔

"بیٹا! ۔ ایک بات یاد رکھو۔ طالش جن تمہارا اس دنیا میں سب سے بڑا دشمن ہے۔ اس لیے اس کا کوئی بھی عمل تمہیں کسی بھی طرح سے دھوکے میں نہ ڈال دے کہ شاید وہ تمہارے بارے میں کوئی ہمدردی رکھتا ہے۔ اسی نے تمہارے ماں باپ کو قتل کیا۔ ژبام بادشاہ کی طرح یہ بھی بہت ظالم اور بے رحم ہے۔ تمہیں بچانے کا فیصلہ اس کا نہیں تھا۔ تم خود اپنی کوشش سے بچ گئے تھے۔ ہاں عین اس وقت جب تم بھاگنے والے تھے طالش جن نے تمہیں بے ہوش کر دیا۔ اس طرح اس نے تمہیں بھاگنے سے روک لیا۔ اور پھر اس نے مادھولال کو اس لیے تمہاری تیمارداری کی ڈیوٹی لگائی کیونکہ مادھولال نے طالش کو بتایا تھا کہ اگر جادوئی تخت کے ذریعے تمہارا خون شیطان کے بہت ہی عزیز بت پر ڈالا جائے تو تمہاری موت کے فوراً بعد تمہاری روح طالش کی غلام بن جائے گی۔ اور یہ سچ بھی ہے۔ چونکہ تم ایک

حاوی ہو اس لیے تمہاری روح کو کچھ خاص قوتیں حاصل ہیں جو کسی اور کو حاصل نہیں ہیں اس لیے طالش جن لالچ میں آ گیا۔ اگر اللہ تعالی کی خاص مدد حاصل نہ ہوتی اور میں عین وقت پر نہ پہنچ جاتا تو شاید وہ اپنے عمل میں کامیاب ہو چکا تھا۔" عظیم شوالہ نے تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا اور میرا دماغ اس ساری پلاننگ کے بارے میں سن کر ہی چکرا سا گیا۔

"مجھے ایک بات کی سمجھ نہیں آتی۔ طالش جن اتنا طاقت ور ہے تو وہ مجھے تلاش کیوں نہیں کر سکتا؟ یہ جو آپ کا دیا ہوا تعویز ہے کیا یہ اتنا ہی طاقت ور ہے کہ وہ مجھے تلاش نہیں کر سکتا۔" میں نے پوچھتے ہوئے کہا۔

"تمہاری بات سچ ہے اور اس سوال سے تمہاری روحانی بصیرت کی عکاسی بھی ہوتی ہے۔ دراصل اس سوال کا جواب بہت گہرا ہے۔ مگر

میں تمہیں مختصر جواب دینے کی کوشش کرتا ہوں۔ اللہ تعالی نے تمہاری
حفاظت کے لیے ایک خفیہ بندوبست کیا ہے۔ تمہارا مستقبل لوح
محفوظ پر نقش نہیں ہے جو کہ ایک اچنبھے کی بات ہے۔ ہر انسان کا جو
اس دنیا میں آجاتا ہے تو اس کا مستقبل، اس کی وفات تک کے حالات،
سب لوح محفوظ پر نقش ہوتے ہیں۔ اور بہت بڑی روحانی طاقت کے
حامل انسان اس لوح محفوظ سے کسی بھی انسان کے مستقبل کے
بارے میں جان سکتے ہیں۔ طاش جن، جنات کی تاریخ کا سب سے
طاقت ور جن ہے اس لیے وہ بھی جب کسی انسان کی موجودہ جگہ کے
بارے میں جاننے خواہش کرتا ہے تو اسی لوح محفوظ سے اس کا مستقبل
اور حال پڑھ لیتا ہے۔ چونکہ تمہارا مستقبل اس پر نقش ہی نہیں ہے
صرف ماضی ہی نقش ہوتا ہے اس لیے وہ بے بس ہے اور تم تک نہیں
پہنچ سکتا۔ اس علم کے علاوہ ایک اور عام سا علم ہے جس میں روحانی

آنکھ کی مدد سے کسی بھی انسان یا جن کو ساری دنیا میں سیکنڈز میں تلاش کرلیا جاتا ہے۔ مگر اس علم کا توڑ یہ تعویز ہے۔ لہذا طالش جن اب دونوں طریقوں کو استعمال کر کے تم تک نہیں پہنچ سکتا۔" عظیم شوالہ نے تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ آپ اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتے ہیں کہ میں ہی ھادی ہوں۔ آپکو یا طالش جن کو میرے ھادی ہونے کا کیسے پتہ چلا؟" میں نے اگلا سوال کیا۔

"بس اس سوال سے میں ڈرتا تھا۔" عظیم شوالہ کی روح کچھ اضطراب کا شکار نظر آئی۔ پھر کچھ دیر کی خاموشی کے بعد انہوں نے کہنا شروع کیا۔

"سچ میں بہت طاقت ہے۔ اس لیے میں سچ ہی بولوں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حماقت مجھ سے ہوئی تھی۔ جب طراب کے پاوں بھاری

ہوئے تو تمہارے والد ارمغان نے تمہارے مستقبل کے بارے میں
جاننے کی کوشش کی مگر یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گیا کہ تمہارا کوئی مستقبل
لوح محفوظ پر نقش نہ تھا۔ اس نے اس سلسلے میں مجھے آگاہ کیا۔ میرے
لیے بھی یہ حیرت کی بات تھی کیونکہ تم میری زندگی کے واحد انسان تھے
جس کا مستقبل لوح محفوظ پر نقش نہیں تھا۔ اس لیے تجسس کے ہاتھوں
مجبور ہو کر میں نے قدرت کے عمل میں مداخلت کرتے ہوئے
تمہارے والد ارمغان کی اجازت سے لوح مخصوصہ جو اللہ کے خاص
لوگوں کے مستقبل کے نقش کو محفوظ رکھتی ہے تک رسائی حاصل کی۔ ایسا
صرف انسان ہی کر سکتا ہے کوئی جن نہیں کیونکہ انسان اللہ کا نائب
ہے۔ اور لوح مخصوصہ خاص فرشتوں کی حفاظت میں ہوتا ہے۔ وہاں
میں نے تمہارا مستقبل ایک ہادی کی صورت میں دیکھ لیا۔ اور پھر جو میں
میں آ کر ارمغان کو بتا دیا۔ ہم لوگوں نے خیال نہیں کیا کہ ارمغان کا

ایک غلام جن شرارتا ہمارے باتیں سن رہا تھا۔ وہ طالش کا خاص چیلہ تھا لہذا اس نے یہ بات طالش تک پہنچا دی۔ چونکہ ھادی کا مطلب تھا کہ تم ثریام شہنشاہ کی شہنشاہت مٹانے آ رہے ہو اور طالش کی حاکمیت بھی ثریام شہنشاہ کے دم خم سے ہی ہے اس لیے وہ تمہارا دشمن ہو گیا۔ چونکہ ارمغان بھی بہت سی طاقتوں کا مالک تھا اس لیے طالش نے دھوکے سے اسے مروا دیا اور مشہور کر دیا کہ وہ شہنشاہ کا غدار تھا۔ جب میں نے مداخلت کرنے کی کوشش کی تو میرے بھی خلاف ہو گیا اور پھر میرے ایک دیرینہ دشمن کی مدد سے اس نے مجھ پر بھی قابو حاصل کر لیا۔ مجھے راستے سے ہٹا کر وہ تمہاری تلاش میں طرابہ سے ٹکرا گیا۔ طرابہ نے بہت مقابلہ کیا مگر وہ طالش کے مقابلے میں کچھ بھی نہ تھی اس لیے وہ بیچاری بھی اپنی جان سے گئی۔ تاہم مرتے ہوئے اس نے تمہیں اپنے ایک غلام جن کے حوالے کر دیا۔ یہ

ہے ساری کہانی اور میری کوتاہی جس نے اتنی ساری جانیں بھی لے لیں اور اللہ تعالی کے قدرتی عمل میں بھی خرابی ڈالی۔ ورنہ تم اس وقت تک ایک نارمل زندگی گزارتے جب تک کہ تم ھادی کے روپ میں مکمل طور پر ڈھل نہ جاتے۔ پھر کوئی تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا تھا۔" عظیم شوال نے افسردہ سے لہجے میں بہت سارے رازوں سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہا۔ میرے لیے بہت ساری باتیں نئی تھیں۔ کچھ دیر میں ان تمام معلومات پر سوچتا رہا۔ آخر میں نے کہا۔

"میں اسے آپکی کوتاہی نہیں سمجھتا۔ شاید اللہ کو یہی منظور تھا ورنہ آپ کبھی لوحِ مخصوصہ تک نہ پہنچ سکتے۔ بہر حال اب آپ مجھے راستہ بتائیں کہ میں کیسے اتنی طاقت حاصل کر سکتا ہوں کہ طالش کا مقابلہ کر سکوں اور واقعی ھادی کی صورت میں ژبام شہنشاہ کے ظلم کو اس کے انجام تک پہنچا سکوں۔"

"بیٹا!۔۔۔میں تمہیں بہت کچھ دے سکتا تھا مگر چونکہ میں اس دنیا کا حصہ نہیں ہوں، اس لیے میں اب کچھ نہیں کر سکتا۔ تمہارے آزادی کے لیے بھی اللہ تعالی کے حضور تمہارے والدین نے بہت گڑگڑا کر دعائیں کیں تھیں اس لیے مجھے اجازت ملی۔ مگر اب مزید میں تمہیں کچھ نہیں دے سکتا۔ یہ سب تم نے خود ہی کرنا ہے۔ اور ہم سب کو تم سے یہ امید ہے کہ تم کسی نہ کسی طرح راستہ نکال ہی لو گے۔" عظیم شوالہ نے صاف ہی جواب دیتے ہوئے کہا۔ مجھے ان سے یہ امید نہ تھا۔ اس لیے کچھ دیر تو میں ہکا بکا سا رہ گیا۔ بہر حال پھر کچھ سوچ کر بولا۔

"مگر کیا آپ میری راہنمائی کسی ایسے استاد تک نہیں کر سکتے جو مجھے اس مقام تک پہنچنے میں مدد کر سکے۔"

"ہاں۔۔۔میں ایسا کر سکتا ہوں۔ میں ایک ایسے انسان کو جانتا ہوں

جو خود بھی طالش کا ساتھی ہے مگر اس کو ایسے علوم کا علم ہے جن سے طالش جن کا توڑ کیا جا سکتا ہے۔ وہی اصل میں میرا بھی قاتل ہے جس نے طالش کے ساتھ مل کر مجھے قتل کیا تھا۔" عظیم شوالہ کی روح نے کہا۔

"کون ہے وہ؟" میں نے جلدی سے کہا۔

"جوالا پروہت۔ وہ افریقہ میں رہتا ہے اندرون افریقہ ایک ریاست ہے زوگا بے۔ وہ اس کا سرکاری پروہت ہے۔ پروہت وہاں روحانی پیشوا کو کہتے ہیں۔ مگر جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ میرا دشمن ہے اور طالش کا خاص ساتھی اس لیے وہ کبھی بھی تمہیں تربیت نہیں دیگا۔ تاہم اگر تم کسی طرح اس کا اعتماد حاصل کر لو اور اس کے خاص چیلوں میں داخل ہو جاؤ تو اس سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہو۔" عظیم شوالہ نے کہا۔

''میں صبح ہی چلا جاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ یقیناً میری مدد کریں گے اور میں اپنے مقصد میں کامیاب و کامران لوٹوں گا۔'' میں نے بڑے پر اعتماد لہجے میں کہا۔ چونکہ مزید میرے پاس پوچھنے کو کچھ نہ تھا اس لیے میں نے عظیم شوالہ کی روح کو خدا حافظ کہا اور خود افریقہ جانے کا پروگرام بنانے لگا۔

اگلی صبح جب ثانی مجھے حسب معمول ملنے آئی تو میں نے اسے اپنے جانے کی بات بتائی۔ ایک دم اس کا چہرہ اداس سا گیا۔ پھر وہ بولی۔

''یقیناً آپ کا جانا ضروری ہے کیونکہ آپ ایک مشن پر کام کر رہے ہیں۔ بہر حال اگر زندگی کے کسی بھی موڑ پر کچھ وقت ملے تو مجھے ضرور یاد رکھیے گا۔'' ثانی کا لہجہ بہت اداس تھا۔

''ثانی تم تو سمجھتی ہو کہ میرا جانا کتنا ضروری ہے۔ مجھے اماں اور بابا کے بعد اگر کسی سے انسیت ہوئی ہے تو وہ تم ہو۔'' میں نے اس کی آنکھوں

میں دیکھتے ہوئے کہا اور اس نے جلدی سے آنکھیں جھکا لیں۔ یقیناً وہ میرے جذبات سمجھ گئی تھی۔ مگر میں نے اپنے آپ کو بہکنے سے روکا۔ میرے مشن میں اس قسم کی ذاتی خواہشات کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ پھر میں نے موضوع بدلنے کے لیے کہا۔

"بس اب میں کچھ دیر بابا کے پاس جاؤں گا اور پھر افریقہ کی طرف نکل پڑونگا۔ آگے جو اللہ تعالیٰ کو منظور۔" میں نے ثانی کو اپنا پروگرام بتاتے ہوئے کہا۔

پھر کچھ دیر باتیں کرکے میں نے اس سے اجازت لی اور گھر سے باہر نکل آیا۔ کچھ دور جا کر میں نے ایک دیوار کی اوڑ میں اپنی آنکھیں بند کیں اور پھر اپنی روح کی آنکھیں کھلتے ہی ارتکاز توجہ سے اپنے جسم کو اٹھا کر سیدھا کراچی میں اپنے گھر پہنچ گیا۔ بابا ابھی دوکان پر نہیں گئے تھے۔ بیچارے خود ہی ناشتہ تیار کر رہے تھے۔ وہ مجھے کافی کمزور

بھی محسوس ہوئے۔ اچانک مجھے اپنے پاس دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے۔

"بیٹا!۔۔۔اب تو تمہیں دیکھنے کو آنکھیں ترس گئی ہیں۔" بابا نے نم آنکھوں سے کہا۔

"بابا!۔۔۔آپ جانتے ہیں کہ میری بھی کتنی خواہش ہے کہ آپ سے ملوں اور آپ کے ساتھ رہوں مگر میرے حالات اس بات کی اجازت نہیں دیتے۔ میں پہلے ہی اپنی اماں کو اس غلطی کی وجہ سے کھو چکا ہوں۔" میں نے بھی جذباتی ہوتے ہوئے کہا۔

"اچھا بیٹا!۔۔۔اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ جیسے اس کی مرضی۔" بابا جی نے ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"بابا!۔۔۔آپ مجھے اپنا بیٹا مانتے ہیں۔ کیا مجھے اپنے لیے کچھ نہیں کرنے دیں گے؟" میں نے سوال کیا۔

"کیا مطلب ہے بیٹا!" بابا نے چونک کر پوچھا۔

"بابا!۔۔ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میرے ہوتے ہوئے آپ دوکان پر کام کریں۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک اچھا سا مکان آپ کو لے کر دوں اور کچھ نوکر بھی جو آپ کی دیکھ بھال کریں۔ بہت کام کرلیا آپ نے اب بس آرام کریں۔" میں نے اپنے دل کی بات کرتے ہوئے کہا۔

"بیٹا!۔۔۔ مجھے کسی چیز کی خواہش نہیں ہے۔ میں اس حال میں خوش ہوں۔ ساری زندگی دوکانداری کی ہے اب تو اس کے بغیر میں رہ بھی نہیں سکتا ہوں۔ تم میری فکر نہ کروں۔ تم خود بہت ہی غیر معمولی حالات کا شکار رہو۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہے کہ اللہ تمہیں تمہارے مقصد میں کامیاب کرے۔" بابا نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ میں نے ان کو اپنے حالات بتائے اور پھر افریقہ جانے کی

اجازت طلب کی۔ مگر انہوں نے ایک رات رکنے کا کہا۔ میں ان کی بات ٹال نہ سکا۔

اگلی صبح میں نے اجازت لے کر پہلے اپنی روح کی مدد سے براعظم افریقہ کا جائزہ لیا۔ اور پھر کچھ تگ و دو کے بعد زوگا بے کی سلطنت کا پتہ چلا ہی لیا۔ پھر میں نے اپنے جسم کو وہاں منتقل کیا۔ میں نے اپنے جائزہ کے دوران دیکھ لیا تھا کہ یہ ریاست جنگلی قبائل پر مشتمل تھی۔ ان میں کچھ قبائل آگ کی پوجا کرتے تھے اور کچھ سورج کی۔ میں ایک ایسے ہی قبیلے کے پاس رکا تھا جو ان سب میں زیادہ سلیقہ شعار اور سورج کی پوجا کرنے والا تھا۔ میرا پروگرام تھا کہ میں اپنی روحانی طاقتوں کی وجہ سے اس قبیلے میں جگہ بناؤں گا۔ اور پھر وہاں سے کسی طرح جوالا پروہت تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔

میں اندازے سے آبادی کی طرف چل پڑا۔ ابھی میں آبادی سے کچھ

رہا ہی تھا کہ اچانک میں نے ایک تیز سیٹی کی آواز سنی۔ ابھی میں اس پر
غور ہی کر رہا تھا کہ اچانک تیز بھاگتے لوگوں کی آوازیں آئی۔ وہ جنگلی
تھے۔ تعداد میں چھ۔ انہوں نے بھالے اٹھا رکھے تھے۔ مجھے دیکھتے
ہی انہوں نے بھالے میری طرف سیدھے کر لیے۔ میں نے جلدی
سے ہاتھ اٹھا کر انہیں اپنے نہتے ہونے کا احساس دلایا اور یہ بھی کہ
میں ان سے جنگ نہیں چاہتا۔ ان میں سے ایک آگے بڑھا اور اس
نے عجیب سے زبان میں کچھ کہا۔

"میں تمہاری زبان نہیں سمجھتا۔ مجھے اپنے سردار کے پاس لے چلو۔"
میں نے اپنے طور پر بولتے ہوئے کہا۔ ساتھ ہی ساتھ میں ہاتھوں
سے اشارے بھی کر رہا تھا تا کہ انہیں کچھ نہ کچھ بات سمجھ آ جائے کیونکہ
ظاہری بات ہے کہ وہ میری زبان نہیں سمجھتے تھے۔

میری بات کو کسی حد تک سمجھتے ہوئے وہ مجھے اپنے گھیرے میں لے

کر آبادی کی طرف چل پڑے۔ تھوڑی دیر میں ہم آبادی میں پہنچ
گئے۔ پھر مختلف راستوں سے گزر کر وہ مجھے لے کر ایک نسبتاً بڑے
جھونپڑے کے سامنے پہنچ گئے۔ وہاں ہر طرف جھونپڑیاں ہی
جھونپڑیاں تھیں۔ اس جھونپڑے کے باہر ایک دربان کھڑا تھا۔ اس
نے میرے بارے میں اندر اطلاع کی تو ایک ہٹا کٹا جنگلی باہر نکل
آیا۔ وہ اپنے چہرے سے بہت خوفناک لگ رہا تھا۔ اس نے سوالیہ
نظروں سے میری طرف دیکھا۔

"مجھے سورج دیوتا نے بھیجا ہے۔ اور میں دیوتا کا اوتار ہوں۔" میں
نے اپنے سے انداز میں بولتے ہوئے اور ساتھ ہی ساتھ اشاروں کی
زبان میں کہا۔

پہلے تو مجھے عجیب سے نظروں سے دیکھتا رہا پھر اچانک اسے پتہ نہیں
کیا سوجھی کہ اس نے چیخ کر کچھ کہا اور ایک دم میرے سامنے کھڑے

جنگلی نے اپنا بھالا بہت تیزی سے میرے سینے میں اتارنے کی کوشش
کی۔ یہ سب کچھ بہت تیزی سے ہوا تاہم عین آخری وقت میں نے
ارتکاز توجہ سے اس کا بھالا روک لیا۔ چند لمحوں کی دیر مجھے ہمیشہ کے
لیے سلا سکتی تھی۔ یہ سوچتے ہی مجھے پسینہ آنے لگا۔ بہرحال اب جنگ
کی ابتداء ہو چکی تھی تو ان لوگوں کو اوتار بن کر بھی دکھانا تھا۔ لہٰذا میں نے
اپنی ارتکاز کی قوت سے ان کا خوب کس بل نکالا۔ سردار حیرت سے
مجھے دیکھ رہا تھا کہ میں بغیر ہاتھ ہلائے چھ آدمیوں سے لڑ رہا تھا۔ چند
لمحوں میں وہ چھ کے چھ لمبے لیٹے ہوئے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر اس
مٹے کٹے جنگلی نے کسی کو چیخ کر آواز دی۔ میں مکمل طور پر تیار تھا۔ مگر
کچھ نہ ہوا۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہیے کہ
میں نے دیکھا کہ ایک طرف سے ایک عجیب سا جنگلی آدمی جس کے
سر کے سارے بال سرخ رنگ میں رنگے ہوئے تھے ہاتھ میں لاٹھی

لیے آہستہ آہستہ چلا آرہا تھا۔ ہٹ کٹا جنگلی اسے دیکھ کر احترام سے
ایک طرف ہو گیا۔ اس نئے جنگلی نے بڑے غور سے میری طرف
دیکھا اور پھر اسی طرح کسی اجنبی زبان میں کچھ کہا۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں
آئی۔ جواب میں نے بھی وہ سورج کے اوتار والی بات دہرا دی۔
سورج کی طرف اشارے سے وہ بھی چونک پڑا۔ پھر وہ میرے سے
چند قدموں کے فاصلے پر آ کر رک گیا۔ ابھی میں اس کی طرف دیکھ ہی
رہا تھا کہ ایک دن اس نے اپنی لاٹھی کو ایک خاص انداز میں حرکت دی
اور دوسرے ہی لمحے آسمان سے ایک تیز شعلہ تیزی سے میرے پر لپکا
اور آن واحد میں میرا سارا جسم آگ میں نہا گیا۔ بہت ہی تیز آگ
میرے سارے جسم کو جھلسائے جا رہی تھی۔ میں نے جلدی سے اپنی
ارتکاز توجہ سے اس آگ کو بجھانے کی کوشش کی مگر یہ دیکھ کر میرے
اوسان خطا ہو گئے کہ اس آگ پر کوئی اثر نہیں پڑ رہا تھا۔